ارشاد
ایک مذہبی اصلاحی و علمی ماہوار رسالہ
باہتمام
پیرزادہ سید شاہ یوسف الدین قادری

مسلسل ترجمہ تفسیر مدارک التنزیل

بابتہ ماہ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

باب التفسیر

سورۂ بینہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(سورۂ بینہ کے مقام نزول میں اختلاف ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں)

لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا (نہیں ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ۔

مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ (جو اہل کتاب سے ہیں) یعنی یہود و نصاریٰ۔ کسی شخص کے خاص خاص لوگوں کو اس کے اہل کہتے ہیں چنانچہ اہل اسلام بھی وہی ہیں جو اسلام کو اپنا دین قرار دیتے ہیں۔

وَالۡمُشۡرِکِیۡنَ (اور شرک کرنیوالے) بت پرست

مُنۡفَکِّیۡنَ (علیحدہ ہونیوالے) کفر سے جدا ہونیوالے یہاں لفظ کفر محذوف ہے لیکن الذین کا صلہ اس پر دلالت کرتا ہے۔

حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ الۡبَیِّنَۃُ (یہاں تک کہ ان کے پاس ثبوت فراہم ہو جائے) روشن دلیل آجائے۔ اس سے آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ ارشاد باری ہے کہ (اہل کتاب اور مشرکین نے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ تک کفر کو نہیں چھوڑا۔ پھر جب آپ مبعوث ہوئے تو بعض مسلمان ہو گئے اور بعض کفر پر جمع رہے۔

رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ (آپ اللہ کے رسول ہیں) یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور لفظ "رسول" بدل ہے۔ بینہ کا۔

یَتْلُوْا	آپ اونہیں سُناتے ہیں۔
صُحُفًا	صحیفوں کو۔
مُّطَهَّرَةً	(جو) پاک ہیں (باطل سے)۔
فِيهَا	اُن صحایف میں۔
كُتُبٌ	تحریرات ہیں۔
قَيِّمَةٌ	سچے سچے جو حق اور انصاف کی بات بولتے ہیں۔

وما تفرق الذین اوتوا الکتب الا من بعد ما جاءتھم البینۃ

(اور جن لوگوں کو کتاب دیگئی تھی وہ بھی دلیل موصوف کے آنے کے بعد ہی متفرق ہوئے) چنانچہ بعض تو نافرمانی اور حسد کی وجہ سے آپکی نبوت کے منکر ہی ہوگئے اور بعض مسلمان ہوئے۔ ابتداً اہل کتاب اور مشرکین کو ایک ساتھ ذکر فرمانے کے بعد میں صرف اہل کتاب کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ اہل کتاب کو آنحضرت صلعم کی بعثت کا علم تھا کیونکہ ان کی کتابوں میں اس کا ذکر تھا۔ اگر یہ تخصیص نہ ہوتی تو تفرق کے وصف میں وہ لوگ بھی داخل ہوجاتے جن کے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء :-

(اور نہیں حکم دیا گیا اونکو) توریت اور انجیل میں۔ مگر اس کا کہ وہ اللہ ہی کی عبادت کریں اوس کے لئے اپنا دین خالص رکھیں (شرک و نفاق نہ کریں۔ (راستی اختیار کریں) تمام پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ ادیان باطلہ سے اعراض کریں۔

ویقیموا الصلوۃ ویؤتوا الزکوۃ وذلک دین القیمۃ :-

(اور نماز کو قایم کریں اور زکوۃ دیتے رہیں۔ اور یہی دین سیدھا ہے) یعنی راستی والی ملت کا دین ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا أُولٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۞ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۞

(یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اہل کتاب اور مشرکین میں سے وہ دوزخ کی آگ میں ہونگے وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے وہی تمام مخلوقات میں سب سے برے اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے وہ بیان مخلوقات میں سب سے اچھے ہیں ۔)

اور نافع کی قرأت میں (لفظ البریۃ) ہمزہ کے ساتھ ہے یعنی (البریئۃ) اور دیگر قراء کے پاس تخفیف ہمزہ اور نبی و بریۃ اون الفاظ میں سے ہیں جن کا استعمال تخفیف ہمزہ ہوتا ہے۔ اور اس کی اصلیت متروک ہے۔

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ

(اون کی جزاء اونکے رب کے پاس

باغات ہیں پائیدار) جو کہ ہمیشہ رہنے والے ہیں

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

(اون کے نیچے سے نہریں بہتی ہونگی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اللہ اُن سے راضی ہوگا) اون کے اعمال کے مقبول ہونیکی وجہ سے۔

وَرَضُوا عَنْهُ

(اور وہ بھی اوس سے راضی ہونگے) ثواب بر اعمال کی بدولت۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۞

(وہ) یعنی خوشنودی اور رضامندی

(اور شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے) اور خیر البریۃ کا ارشاد اسی جانب رہنمائی کرتا ہے کہ بشر ملائکہ سے بھی افضل ہیں۔ اس لئے کہ بریّۃ کے معنی مخلوق کے ہیں یہ لفظ براء الیہ* الخلق سے مشتق ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ بِرّ (احسان) سے مشتق ہے یا بَرٌّ (سے مشتق ہوگا) اور وہ مٹی (خشکی) ہے۔ لیکن زجاج کا یہ کہنا کہ اگر یہ اقوال درست ہوتے تو البریۃ کو قراء ہمزہ کے ساتھ نہ پڑھتے واللہ اعلم فقط

(یوسف قادری)

۷۸۶

معجزہ (۸۷)

بیہقی نے دلائل النبوۃ اور ابن عبد البر نے استیعاب میں ام عاصم زوجہ عتبہ بن فرقد سے روایت کی ہے کہ ہم عتبہ بن فرقد کی تین بیویاں تھیں اور ہم اچھی اچھی خوشبوئیں لگاتی تھیں مگر عتبہ کے بدن میں ایسی بہترین خوشبو مہکتی تھی کہ ہم سب کی خوشبوؤں سے بہتر ہوتی تھی۔ ایک دن ہم نے عتبہ سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ میری بیماری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف فرمائی کی اور اپنے سامنے مجھے بٹھا کر میرے کپڑے اتروا دئے اور لعاب دہن شریف کو دونوں ہتھیلیوں میں مل کر میرے پیٹ و پیٹھ پر ہاتھ پھیرے۔

سبحان اللہ کیا برکت آب دہن اور کف مبارک کی تھی کہ عمر بھر عتبہ کے جسم میں یکسانیت کے ساتھ خوشبو موجود رہی اور دنیوی بہترین عطریات اسکا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

معجزہ (۸۸)

بخاری شریف میں براء بن عازب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ابو رافع کے قتل کے لئے بھیجا پس اس جماعت میں سے عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ تعالے عنہ رات کے وقت اس کے گھر میں داخل ہو گئے

بحالت نیند اوس کو قتل کر ڈالا۔

اوس کہتے ہیں کہ میں نے تلوار اس کے پیٹ پر رکھ کر زور کیا یہاں تک کہ وہ اس کی پیٹھ تک پار ہو گئی۔ تب میں یہ سمجھ کر کہ اب میں نے اوس کو بلاشبہ قتل کر دیا۔ کھڑکی دروازے کھولتا ہوا وہاں سے نکلا اور ایک زینہ سے اتر رہا تھا کہ پانوں پھسل کر گر گیا اور میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اسی وقت میں نے اپنی پگڑی سے زخم کو کس دیا اور لنگڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں میں جا ملا۔ اور سیدھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سب حال عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے پھیلایا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے میرے زخم پر مسح فرمایا۔ اور اسی وقت میں بالکل ایسا ہو گیا جیسا کہ زخمی ہونے سے پہلے تھا انتہی۔

ابو رافع کے قتل کا مفصل واقعہ یہ ہے کہ ابو رافع ملک حجاز کا ایک سوداگر تھا اور گڑھی میں رہتا تھا اور ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیفیں دیتا۔ اور آپ کے دشمنوں کی مدد کرتا رہتا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصاریوں کو بسر کردگی عبداللہ بن عتیک اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا یہ جماعت بعد غروب آفتاب ابو رافع کی گڑھی کے پاس پہنچ گئی۔ عبداللہ ابن عتیک سردار جماعت نے اپنے گروہ سے کہا کہ تم یہاں ٹھیر جاؤ۔ میں کسی طرح گڑھی میں داخل ہو جاؤنگا۔ یہ کہکر عبداللہ بن عتیک گڑھی کے دروازے کے پاس پہنچ گئے اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ اپنے گدھے کی تلاش میں چراغ لیکر گڑھی سے باہر نکل رہے ہیں۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ لوگ مجھے شناخت نہ کرلیں لہٰذا میں نے بھی یہ ہوشیاری کی کہ اپنا سر چھپائے بیٹھ گیا جس طرح کہ قضائے حاجت کے لئے بیٹھا کرتے ہیں۔ وہ لوگ اپنا گدھا تلاش کرکے واپس داخل گڑھی ہو گئے تو دربان نے مجھے بھی اپنوں میں کا ایک آدمی سمجھ کر پکارنے لگا کہ اے بندۂ خدا اگر آنا ہے تو جلدی آجا ورنہ میں دروازہ بند کر دونگا۔ پس یہ سنتے ہی میں فوراً داخل گڑھی ہو گیا اور ایک گدھے کے تھان میں چھپ رہا۔ دربان نے گڑھی کا دروازہ بند کر دیا

اور کنجیاں ایک کھونٹی سے لگا کے سو رہا۔

ابو رافع کے قیام گاہ میں میں نے دیکھا کہ اس کے مصاحبین جمع ہیں اور گپ شپ میں معروف ہیں جب رات زیادہ گذری تو وہ لوگ اپنی اپنی جگہ آرام کرنے کیلئے چلے گئے۔ اور ابو رافع بھی سو گیا۔ میں پھاٹک کے پاس گیا اور کھونٹی سے کنجیاں لے کر پھاٹک کھول دیا تاکہ وقتِ ضرورت گڑ بڑی سے نکل جانے میں سہولت ہو مختصر یہ کہ میں ابو رافع کے کمرہ تک پہنچ گیا۔ کمرہ میں اندھیرا تھا اور وہ اپنے اہل و عیال میں سو رہا تھا۔ لیکن میں سب سونے والوں میں ٹھیک طور پر ابو رافع کو تمیز نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے میں نے پکارا کہ "اے ابو رافع" اوس نے جواب دیا "کون" میں نے اس کے آواز ہی پر تلوار چلائی۔ لیکن تلوار نے کچھ کام نہ کیا اور وہ [illegible] کیا وہ چلایا۔ میں وہاں سے ذرا ہٹ کر اور آواز بدل کر کہا کہ ابو رافع کیا ہے؟ اس نے یہ جان کر کہ اپنا ہی کوئی آدمی ہے۔ کہنے لگا کہ "تمہاری خرابی ابھی کسی نے مجھ پر تلوار کا وار چلایا تھا"

بس اتنا کہنا ہی تھا کہ میں نے اس کی اس آواز پر ۔۔۔ ایسا وار کیا کہ وہ پھر کچھ بول نہ سکا۔ تاہم اطمینان کے لئے میں نے تلوار اس کے پیٹ میں ایسی چبھوئی کہ پیٹھ سے پار نکل گئی۔ اور وہ بالکل بے حس و حرکت ہو گیا اسوقت مجھے اس کے قتل کا اطمینان ہوا اور میں واپس ہوتے ہوئے ایک ایک زینہ پر سے اترتا پڑتا تھا جب کچھ سیڑھیاں طے کر چکا تو یہ سمجھا کہ اب اور سیڑھیاں نہیں ہیں اور زمین ہی ہو گی پاؤں بڑھا کر رکھ دیا۔ لیکن ابھی ایک سیڑھی باقی تھی اس سے پاؤں پھسل کر گر گیا۔ اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ساتھ ہی اپنے عمامہ سے کپڑے کو پھاڑ کر پٹی باندھ لیا۔ اور لنگڑاتے ہوئے اپنے ساتھیوں میں آ ملا۔

اور پھر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر قتل ابو رافع کی اطلاع اور پورے حال کے ساتھ اپنے پاؤں کے ٹوٹنے کا واقعہ عرض کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے پھیلایا تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے پیر پر پھیرا۔ پھیرتے ہی میرا پاؤں بھلا چنگا ہوگیا جس طرح کہ پہلے تھا۔ انتہیٰ۔

سبحان اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں کیا برکت تھی کہ صرف دست گردانی ہی سے ٹوٹی ہوئی ہڈیوں والا پاؤں اوسی وقت اچھا ہوگیا۔ فقط (باقی آئندہ)

(یوسف قادری)

۷۸٦

بابُ الفِقہ

الطہارۃ (۱۰)

(بسلسلہ گذشتہ)

بارھویں چیز وضو کو توڑنیوالی مباشرت فاحشہ ہے یعنی مرد و عورت دونوں ننگے ہوکر بدن سے بدن ملائیں اور مرد کے آلت کو خیزی ہوکر عورت کی فرج کو چھو جائے۔ لیکن حضرت امام محمدؒ کے پاس مباشرت فاحشہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ عورت کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ مثلاً بوسہ لینا۔ یا بدن کے اور کسی حصہ کو چھونا۔ لیکن امامِ شافعیؒ کے پاس صرف ہتیلی کی جانب سے چھونے میں وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر ہاتھ کی پشت کی طرف سے چھوئے تو اُن کے پاس بھی وضو نہیں ٹوٹتا امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے پاس شہوت کے سبب عورت کے چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا بشرطیکہ عورت بھی اسوقت شہوت میں ہو۔ ورنہ نہیں۔ اس بارہ میں امام شافعیؒ کی یہ حجت ہے کہ ابن الجوزیؒ نے معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ ایکدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے اپنی بیوی سے سوا جماع کے سب کچھ کیا یعنی بوسہ چھٹنا وغیرہ تو آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تو وضو کر اچھا وضو اور پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھ۔ پس اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

احناف کا یہ قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کو جو وضو اور نماز پڑھنے کی ہدایت فرمائی وہ محض بطور استغفار تھا۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے نماز پڑھنے کیلئے بھی کہا حالانکہ عورت کو چھونے سے کچھ نماز تو واجب نہیں ہے۔ پھر آپ کا نماز کا حکم دینا کیا معنی؟ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اُس شخص کا یہ کہنا کہ سوا جماع کے سب کچھ کیا جس سے ظاہر ہے کہ اُسنے مباشرت فاحشہ بھی کی ہو یعنی آلت کو فرج سے چھوا ہو۔ پس ایسی صورت میں تو ہمارے پاس بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس دلیل سے تو مسئلہ بالکل صاف ہوجاتا ہے کہ بیشک آنحضرت صلعم کا اُس شخص کو اس موقعہ پر نماز و وضو کی ہدایت فرمانا محض صفائی و استغفار پر مبنی تھا ورنہ نہ وضو کا حکم دیا جاتا نہ نماز کی ضرورت تھی۔

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے سامنے چت لیٹی رہتی جب آپ سجدہ فرماتے تو پہلے میرے پیر کو دبا دیتے اور میں اپنے پیر کو ہٹا لیتی تھی۔ ایک روایت میں ہے اُس رات گھروں میں چراغ نہ تھا۔

دوسری حدیث بخاری میں حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ ایک رات آنحضرتؐ کو میں بستر پر نہ پائی تو بازو ٹٹول کر دیکھی ہاتھ میرا آپؐ کے پیر مبارک کو لگا اسوقت آپ سجدہ میں تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ پناہ مانگتا ہوں میں تیرے غصے سے اور تیری رضا میں رہنا چاہتا ہوں (آخر حدیث تک)۔ اور بخاری میں آپ ہی بی بی صاحبہ سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں: "میں آنحضرتؐ کی کنگھی کرتی تھی اور اس حالت میں کہ آپ معتکف رہتے تھے"۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپ مسجد میں معتکف ہونگے کیونکہ اعتکاف مسجد میں بیٹھا جاتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب آپ معتکف تھے تو ضرور ہے کہ باوضو بھی رہے۔ ورنہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپکی کنگھی کے بعد آپ نے وضو فرمایا ہو۔

اور ایک حدیث بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ

میں حائضہ تھی اور آنحضرتؐ میری گود میں تشریف فرما تھے اور قرآن شریف پڑھتے تھے۔"

احادیث شریفہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں وفات پائی۔ تو ظاہر ہے کہ آپ جو ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے تو نہ وہی وفات شریف کے وقت بھی باوضو ہونگے۔ جب عورت کے چھونے سے وضو ٹوٹ جانیوالا ہوتا تو آنحضرتؐ کبھی اس بات کو پسند نہ فرماتے کہ بی بی صاحبہ ہاتھ سے ٹٹول کر چھوئیں ۔ پھر آپ بے وضوی سجدہ میں رہتے۔ اور بی بی صاحبہ حائضہ رہتیں اور آپ اونکی گود میں تشریف رکھکر قرآن پاک کی تلاوت فرماتے ۔ اور اسی طرح وفات شریف بھی آپؐ کی کیا بے وضوی ہوئی ہوگی۔ جبکہ آپ نے بی بی صاحبہ کی گود میں فرمائی بس ان دلائل قویہ سے ثابت ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ بوسہ ومعانقہ سے۔

ایسی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں جو عورت کو چھونے اور بوسہ کے لینے سے وضو ٹوٹ جانیکی نسبت ہیں۔ مثلاً دارقطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ عورت کا بوسہ لینا چھونے میں داخل ہے اس لئے وضو لازم ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابی عبیدہ سے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے جو عورت کا بوسہ لے اوسکا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن ابو عبیدہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بات نہیں سنی۔ اور امام مالکؒ نے اس حدیث کو اپنی موطا میں بغیر اسناد کے درج فرمایا ہے۔ ان احادیث کے جواب میں احناف احادیث ذیل پیش کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنی بعض بی بیوں کا بوسہ لیا اور نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے لیکن وضو نہیں فرمایا۔ یہ روایت بزار نے بسند حسن لکھا ہے اور اس حدیث کو ترمذی۔ ابوداؤد۔ اور ابن ماجہ نے بھی

حضرت عائشہ سے روایت کی ہے۔

بہرحال اب ہم ان دلائل کو ختم کرتے ہیں اور سب اختلافی صورتیں بتلا چکی ہیں تاکہ ناظرین ارشاد کے فقہی معلومات بڑھیں اور ہر ایک مسئلہ کی حقیقت و اصلیت سے واقف ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت اپنی بی بیوں سے بہت مخالطت فرماتے تھے۔ اور ازواج مطہرات کو اس بات کی بڑی حرص تھی کہ مسئلہ بیان کریں، اور حق یہ ہے کہ ازواج مطہرات اور خصوصاً بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا عنہم نے امت کی بی بیوں پر بڑا ہی احسان فرمایا ہے کہ جو مسائل کہ عورتوں سے متعلق ہیں سب ان ہی مقدس ہستیوں کے اظہار مسئلہ کی بنا پر مستنبط ہوئے۔ اللہ تعالیٰ تمام امت کی عورتوں و مردوں کی جانب سے انکو جزائے خیر دے آمین۔

ایک آخری اعتراض رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ أَوْ لَٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ہ یعنی اگر تم عورتوں کو چھوؤ اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرکے پاک ہو جاؤ۔ اس آیۃ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر یہ یاد رہے کہ سب ائمہ کا یہ مسلمہ و متفقہ مسئلہ ہے کہ یہاں لمس سے مراد چھونا نہیں ہے بلکہ جماع ہے۔

ذکر کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔ کیونکہ نسائی، ترمذی اور ابو داؤد نے طلق بن علی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم سے سوال کیا گیا کہ کیا ذکر کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "نہیں وہ تو جسم میں کا ایک ٹکڑا ہے"۔

ابن حبان اپنی صحیح میں اور ابن ابی شیبہ نے بھی اپنی اپنی حدیث کی کتابوں میں اس حدیث کو صحیح تر تبلایا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کے پاس ذکر اور فرج دونوں کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ دلیل ان کی اس حدیث پر ہے کہ ابو داؤد و ترمذی و نسائی

نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسرہ بنت صفوان سے فرمایا کہ جو کوئی اپنے ذکر کو چھوئے اُسپر لازم ہے کہ وضو کرے۔" اور حدیث کو ترمذی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ بخاری امام احمد۔ دارقطنی نے بھی اس حدیث کی صحت تسلیم کی ہے۔

اوپر جو حدیث ذکر کو چھونے سے وضو نہ ٹوٹنے کے بارہ میں بیان کیگئی ہے اوسکے راوی کے بارہ میں حضرت امام بخاری کے اُستاد علی بن المدینی نے بھی یہ کہا ہے کہ بُسرہ بنت صفوان کی روایت سے ہمارے پاس طلق کی روایت زیادہ معتبر ہے۔ طحاوی رح بھی طلق کی روایتوں کو زیادہ معتبر سمجھتے ہیں بعض نے اس حدیث کو ضعیف کہاہے۔ لیکن احناف نے یہ جواب دیاہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔ چنانچہ علی بن عبد المدینی" عمرو فلدس "۔ طبرانی" ابن حبان"۔ ابن حجر" امام طحاوی" اور خود ترمذی نے بھی اس حدیث کو جب صحیح کہا ہے تو پھر کسی طرح ضعیف کا احتمال باقی نہیں رہتا ہے۔

اس کے علاوہ حجت کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال پر نظر ڈالنا چاہئے۔ کیونکہ اون کے اقوال و اعمال نمونے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے" چنانچہ امام طحاوی نے حضرت علیؓ۔ سعد۔ ابن مسعود۔ حسن البصری۔ وغیرہم سے ایسی ہی روایتیں کی ہیں کہ لمس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ عمار۔ حذیفہ۔ سعید ابن المسیب۔ عطا۔ عکرمہ۔ اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت امام محمد اپنی موطا میں اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ اور حذیفہ اور عمران ابن حصین سے روایت کی ہے کہ ان سبھوں نے یہ کہا ہے کہ ذکر کو چھونا اور ناک کو چھونا برابر ہے کہ جسطرح اعضاء انسانی سے ناک ایک ٹکڑا ہے اسی طرح ذکر بھی ایک ٹکڑا ہے"۔

امام محمد رحمہ اللہ سے ایک شخص نے پوچھا یا محمد اگر کوئی اپنی فرج کو

چھوئے تو کیا اس کے لئے وضو ہے تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ اگر تو نجس جانتا ہے تو اس کو کاٹ ڈال اپنے جسم سے۔" اس کے علاوہ اور بہت احادیث ہیں جو ذکر کو چھونے سے وضو نہ ٹوٹنے پر دال ہیں۔"

اور حضرت امام شافعیؒ کا قول اسبارے میں مانند قول عمر ابن الخطابؓ۔ ابوایوبؓ۔ زیدؓ ابن خالدؓ۔ ابوہریرہؓ۔ عبداللہ ابن عمرؓ۔ عمروؓ بن العاص۔ جابرؓ۔ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ان ہی صحابہ کرام کے اقوال پر شافعیوں کے پاس ذکر کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔"

اور احناف کے ہاں ان اصحابؓ کرام اور احادیث کی بنا پر ذکر کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جن جن کے نام نامی اوپر تفصیل سے ظاہر کردیئے گئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ فقط

اب ہم انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ نمبر سے غسل کے احکام لکھیں گے۔

وَمَا تَوْفِيقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ؕ

یوسف قادری

تبلیغِ اسلام

(از جناب مولانا غلام حسین صاحب آفاق
معتمد انجمن اسلامیہ پر منیڈہ

سلسلہ (۲)

حضرات! کیا مسلمانوں سے واقعی اس امر کے بیان کرنیکی ضرورت ہے کہ تبلیغ کیا ہے؟ بھلا کیا یہ حقیقت ناقابل انکار نہیں ہے کہ تبلیغ کو اسلام سے وہی نسبت ہے جو خوشبو کو گلاب سے اگر گلاب کی فطرت ہے کہ اُس کی مہک پھیلے تو یقیناً اسلام کی فطرت اس امر کی متقاضی ہے کہ اسکا پیغام تمام دنیا کو پہنچے ہمارے آقا و مولیٰ ہادئی برحق۔ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ (روحی لہ الفداء) صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر تاکید سے فرمایا گیا کہ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ یعنے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا دو جو تمہاری طرف اترا ہے ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ایک اور حکم صادر ہے وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے۔ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ؕ اور باری تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ۔ وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ ۲۷ - الذاریات ع ۳) اور (اے حبیب) سمجھاتے رہیے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دیگا۔ حضرت ابوامامہ کی ایک حدیث ہے جس کا ماحصل

یہ ہے کہ ایماندار آدمی کی نشانی یہ ہے کہ اُسے دین اور نصیحت کی باتیں اچھی لگتی ہیں۔ اور جو باتیں کہ دین میں منع ہیں اُس سے اوس کا دل گھبراتا ہے تو اللہ کے رسول سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو ایماندار ہیں یہ حدیث گو آیات مذکورہ بالا کی تفسیر ہے اللہ نے اپنے ذکر اور نصیحت کو اپنے بندوں پر نہایت آسان فرما دیا ہے اس میں کوئی دقت۔ کوئی دشواری اور تکلیف نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (پارہ ۲۷۔ القمر ع) اور ہم نے آسان کر دیا قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے۔ سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ہے۔ مسلمانوں کا تو یہ فرض ہے کہ وہ قرآن حکیم کی تعلیم سے نصیحت حاصل کرکے تمام ہوں اور عالم کے واسطے ناصح ہوتے مگر حال اس کے برعکس ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارگاہ الٰہی کا ارشاد ہوتا ہے کہ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (پ ۲۹ المدثر ع) اے پیغمبر جو چادر لپیٹے پڑے ہو اٹھو اور لوگوں کو عذاب سے ڈراؤ اور اپنے رب کی بزرگی بیان کرو۔ اسلام کے مبلغ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کے صادر ہونیکے بعد دعوت وتبلیغ کی ابتداء فرمائی اور حق پسندوں نے اس دعوت کی صداقت پر لبیک کہا۔ پھر اس تبلیغ کے دائرہ کی وسعت بھی بیان فرما دی اور حضور کو ارشاد ہوا کہ آپ یوں ارشاد فرمائے کہ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ اے لوگو میں خدا کا رسول ہوں تم سب کیطرف۔ وَقَالَ تَعَالٰی۔ تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِينَ نَذِيرًا۔ بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ ڈر سنانیوالا ہو سارے جہان کو خود حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً میں تمام مخلوق الٰہی کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اخرجہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اس پر یہ بھی صراحت فرما دی کہ کافۃ

لِلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿ اور اس سے بھی زیادہ وضاحت اس طرح کر دی گئی کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ﴿ پس ثابت ہوا کہ حضور کو دعوت اسلام کا حکم ملا۔ اور وہ دعوت تمام نوع انسان کے لئے ہے اسی دعوت الی الحق کو تمام مومنین کے فرائض میں داخل کیا گیا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے کہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴿ تفسیر خازن میں آیۃ کریمہ مذکورہ کی تفسیر میں ہے۔ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ هٰذَا كَلَامٌ مُّسْتَانِفٌ وَالمقصود منه بيانَ علة تلكَ الخيرة وَكونهم خير امّة كما تقول زيد كريمٌ يُطعم الناس ويكسوهم وَيقوم بمصالحهم والمعروف هُوَ التَّوحيد وَالمنكر هُوَ الشّرك والمعنى تأمُرون النَّاسَ بقول لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الشرك يعني ارشاد باری تعالیٰ تَأْمُرُوْنَ بالمعروف الخ کلام ابتدائی ہے اور اس سے مقصود اس امت کے خیر الامم ہونے کی علت اور سبب کا بیان کرنا ہے جیسا کہ تم کہتے ہو کہ زید کریم ہے اس لئے کہ لوگوں کو کھانا کھلاتا اور کپڑے پہناتا اور ان کے حوائج و مصالح کا تکفل کرتا ہے اور معروف سے مراد توحید اور منکر سے مراد شرک ہے اور معنی آیۃ کریمہ کے یہ ہیں کہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ حکم کرتے ہو لوگوں کو (لا الٰہ الا اللہ) کہنے کا اور روکتے ہو اونہیں شرک سے"۔

ایسے ہی ارشادات کی تعمیل میں ہمارے اسلاف کرام کا ایک ایک فرد بجائے خود مبلغ اسلام بنا ہوا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی صادر ہے کہ بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً (میری جانب سے زیادہ نہیں تو ایک آیت ہی پہنچاؤ یا کرو)

میں نے یہ چند ارشادات قرآن کریم و حدیث شریف سے جو نقل کر دیئے ہیں

بہت کافی ہے اس سے زیادہ حوالوں کی ضرورت نہیں۔ اگر چاند کو یہ بتانا ضروری ہے کہ تیرا چمکنا ضروری ہے۔ اور اگر سورج کو اس امر کے یاددلانیکی حاجت ہے کہ ضیا باری تیری فطرت ہے۔ تو مسلمانوں سے بھی یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ تبلیغ تمہاری فطرت ہے اس لئے تبلیغ تمہارا فرض ہے۔ ہماری شامتِ اعمال کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آج تبلیغ کے فرض کا کوئی احساس نہیں رکھتے اور اس فرض کا احساس کرانے کیلئے جلسوں اور کانفرنسوں۔ وعظوں اور تقریروں کی ضرورت سمجھی گئی۔ گویا ہماری کایا پلیٹ ہوگئی ہے۔ قلب ماہیت کی یہ حد ہوگئی ہے کہ ہم کو فرائض تبلیغ یاددلانے کے لئے بھی کوئی ناصح مشفق آنا چاہئے۔ اللہ اکبر۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ:۔

قدمائے مسلمین کی تبلیغ

قرنِ اُولیٰ کے مسلمانوں نے تبلیغ اسلام کے فرض کو بہترین طریقہ سے انجام دیا۔ وہ دنیا کے ہر ایک گوشہ میں توحید کا پیغام لیکر پہنچے جو ممالک سرزمین عرب سے متصل تھے صرف اونہیں تک فیض اسلام محدود نہیں رہا۔ بلکہ ایران و ترکستان۔ چین و ہندوستان۔ جاوا و ملایا۔ یورپ و افریقہ۔ اور ایشیا کے دیگر حصوں تک پیغام توحید نہایت تیزی کے ساتھ پہنچ چکا۔

جو لوگ مذہب اسلام سے بُغض وعناد رکھنے والے ہیں وہ اس مقدس دین کی اشاعت و ترقی دیکھ کر حیران و پریشان ہیں اور اونکا غیظ و حسد اونکو جھوٹ بولنے پر مجبور کرتا ہے اور وہ اپنے جلتے دل کو ٹھنڈا کرنیکی کوشش یہ کہکر کرتے ہیں کہ اسلام تو تلوار[1] کے زور سے پھیلا ہے۔ لیکن تاریخ کے واقعات کو کون جھٹلا سکتا ہے اِس جھوٹے الزام پر جب کبھی تاریخ کی روشنی پڑتی گئی ہے تو

[1] اسلام اور تلوار پر ناظرین ارشاد کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ کسی اشاعت میں ایک مستقل مضمون عرض کروں گا۔

اونکا کذب صاف طور پر نمایاں ہو گیا۔ غور کا مقام ہے کہ ملک چین میں سلمانونکی سلطنت کس دن ہوئی تھی۔ پھر وہاں جو آج پانچ کروڑ مسلمان آباد ہیں وہ کیونکر مسلمان ہوگئے۔ روس کے مسلمانوں میں کب حکومت ہوئی تھی وہاں کروڑوں مسلمان کہاں سے آگئے۔ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا چراغ گل ہوکر بعد مسلمانوں کی تعداد تقریباً دوگنی کیونکر ہوگئی۔ افریقہ میں اسلام جس سرعت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے وہ کونسی تلوار کا نتیجہ ہے:

جس قوم کے لوگوں نے اس الزام کو تصنیف کیا تھا۔ اسی قوم کے منصف مزاج اور حق پسند لوگوں نے خود ہی تاریخی حقیقتوں سے اس الزام کو بے بنیاد ثابت کردیا ہے ۱ پروفیسر آرنلڈ کی مشہور تصنیف (پریچنگ آف اسلام) نے یورپی پادریوں کو ہمیشہ کے لئے دندان شکن جواب دیدیا ہے کہ وہ دین قدیم جس کی کتاب مقدس میں لا اکراہ فی الدین ارشاد ہوا ہے اس سے بالاتر ہے کہ اسکو تلوار کی تیز دھار کے خوف سے منوایا جائے۔ اس دین مقدس کی حقانیت خود ایک شمشیر بے سپر ہے کہ باطل کی گردن اس کے آگے خود بخود لٹک کر رہ جاتی ہے۔

ہندوستان اور تبلیغ

ہندوستان میں جن مقدس لوگوں نے تبلیغ اسلام کا پاکیزہ کام انجام دیا اون کی فہرست طولانی ہے۔ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہندوستان کے مبلغین اسلام کے سرتاج تھے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اجودہنی قدس سرہ کے تبلیغی کارنامے صدیوں سے یادگار تاریخ ہیں۔ مغربی پنجاب میں اس وقت تک جو قومیں آباد ہیں جو بکثرت بیان کرتی ہیں کہ ہم کو حضرت بابا صاحب نے مشرف با سلام کیا۔ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب سبحانی قدس سرہ کے کثیر التعداد خلفاء اطراف ملک ہند میں ہدایت خلق اللہ کیلئے متعینات ہوکر تشریف لیگئے حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہ کے فیض باطنی کو

جنوبی ہندوستان میں آفتاب اسلام کی ضیا پاشیاں ہوئیں۔ الغرض یہ مقدس گروہ کلمۃ الحق کی نشر و اشاعت اور خلق خدا کی رشد و ہدایت کے کام میں ہمہ تن مشغول تھے دنیا کے عیش و آرام پر لات مارتے تھے۔ دُور دراز سفر کرتے تھے شدائد و مصائب سہتے تھے۔ لیکن جہاں جاتے تھے ایک شمع ہدایت روشن کر دیتے تھے جس سے کفر و شرک کی ظلمت دُور اور اللہ تعالیٰ کی سرزمین نور توحید سے معمور ہو جاتی تھی

حضرات علماء و مشائخین کی بے توجہی

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مبلغین اسلام کے اس مقدس گروہ نے جو شاندار کام کیا اس کے استحکام و توسیع کی طرف اون کے جانشینوں نے کافی توجہ نہیں کی۔ جس طرح تیمور اور بابر نے سلطنت مغلیہ کی بنیاد ڈالی رفتہ رفتہ وہ سلطنت بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اورنگ زیب نے اس سلطنت کو انتہائے عروج پہنچایا۔ لیکن اوس کے کمزور اور عیش پسند جانشین اوس کو سنبھال نہ سکے۔ اسیطرح اس مقدس گروہ صوفیا کے ہر ایک فرد نے اپنی اپنی ولایت میں ایک روحانی سلطنت قایم کی۔ کچھ عرصہ تک اون کے جانشینوں میں شاہجہان و اورنگ زیب پیدا ہوتے رہے لیکن محمد شاہ رنگیلے اور نام نہاد باشاہ پیدا ہونے لگے۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ اوس روحانی سلطنت کی توسیع ہو سکی اور نہ استحکام۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سمجھ میں نہیں آتا کہ آج اطراف و جوانب ہند میں عموماً۔ اور جنوبی ہندوستان میں خصوصاً ایسی کثیر التعداد قومیں کیوں نظر آرہی ہیں جو خود کو مسلمان کہتی ہیں لیکن ان میں اسلام کی بو مطلق نہیں۔ نام دیکھو تو ہندوؤں کے سے۔ شکلیں۔ اور صورتیں۔ اور معاشرت ہندوؤں کی سی۔ جہالت کا یہ عالم کہ کلمہ تک نہیں جانتے۔ کفر و شرک کے رسوم میں گرفتار بعض بُت پرستی میں بھی مبتلا۔

علماء دین ان کی تعلیم و اصلاح تو کیا کرتے ان کے وجود کا بھی علم نہیں رکھتے اور مشائخوں کو ان کی ہستی سے بھی آگاہی نہیں۔ عقل حیران ہے کہ گروہ علماء

ومشائخ سے کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر کے مصداق
یہی حضرات ہیں۔ استقدر غفلت کیونکر سرزد ہوئی۔ میرا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ
میں خدانخواستہ حضرات علماء ومشائخ کی توہین یا دل آزاری کرنا چاہتا ہوں
اور ان دونوں گروہوں میں جن حضرات کی خدمت میں مجھ کو نیاز حاصل ہے
وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مجھ کو ان دونوں مقدس گروہوں سے کس قدر گہری
عقیدت ہے۔ اس لئے ان کی توہین کا مرتکب ہونا میرے لئے ممکن نہیں لیکن
مسلمانوں کی موجودہ دینی اور اخلاقی کمزوری کو دیکھتے ہوئے اس کے اسباب پر
غور کرنا ضروری ہے۔ جبتک اسباب معلوم نہ ہوں مرض کا کوئی صحیح علاج نہیں
ہوسکتا ان اسباب میں سب سے زیادہ مؤثر سبب حضرات علماء ومشائخ کی بے توجہی
ہے۔ اس لئے اس سبب کو صاف ظاہر کردینا محض ایک واقعہ کا بیان کردینا ہے
مجھ کو حضرات علماء ومشائخ کے علاوہ باقی قوم کی غفلت کا بھی ذکر کرنا ہے اور
قوم سے میں کسی طرح الگ نہیں ہوں۔ پس اگر توہین ہے تو سب کی ہے ورنہ
کسی کی بھی نہیں۔

ہندوستان میں تعلیم و اصلاح مسلمین

ہندوستان میں تعلیم اور اصلاح مسلمین کا کام صدیوں سے بند ہے
مدارس اسلامیہ تعداد میں استقدر کم ہیں کہ ہندوستان جیسے بر اعظم کے لئے یہ قلت تعداد
بیحد شرمناک ہے خصوصاً علاقہ دکن میں دینی و مذہبی مدارس کی انتہائی کمی ہے جو
مدارس ہیں بھی تو وہ مسلمانوں کی جہالت۔ بے توجہی۔ اور بے حسی۔ کی وجہ سے
نہایت کمزور حالت میں ہیں۔

طبقہ امراء سے علم دین کا شوق اٹھ گیا ہے۔ اس لئے ان مدارس میں جو
طلبہ تعلیم کے لئے داخل ہوتے ہیں وہ عموماً طبقہ غرباء سے تعلق رکھتے ہیں۔ دین کا شوق اکثر
غرباء کو ہی ہے یہ طلبہ ان مدارس میں مفت تعلیم پاتے ہیں اور اکثر حالات میں حسب ایتی

روٹیوں پر گذارہ کرتے ہیں۔ اس تربیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں عالی نظری اخلاقی جرأت۔ اور اظہار حق کی بے باکانہ ہمت پیدا نہیں ہوتی۔ خدا خدا کرکے دستار فضیلت بندھتی ہے اور سند فراغت ملتی ہے تو ان کو سب سے پہلے روٹی کی فکر دامن گیر ہوتی ہے کوئی مدرسی تلاش کرتا ہے تو کوئی وعظ گوئی اس غرض سے اختیار کرتا ہے کہ پیسے کمائے۔ کوئی اختلافی مسائل کی بحث اس لئے رٹتا ہے کہ شہروں اور قصبوں میں خاص خاص فرقوں کا سرگروہ بن کر معاش پیدا کرے خال خال کوئی بندۂ خدا ہوتا ہے کہ عالم باعمل اور صاحب زہد و تقوے بن کر لوگوں کی ہدایت کو اپنا پیشہ بناتا ہے۔ لیکن ایک قاعدہ سب پر صادق آتا ہے کہ سب کے سب شہروں اور قصبوں ہی میں کھپ جاتے ہیں۔ دیہات کی روکھی سوکھی روٹی اور موٹا جھوٹا کپڑا کسی کو شاذ و نادر ہی پسند آتا ہو۔

امرا کی غفلت

میں اوپر عرض کر آیا ہوں کہ دینی مدارس کی تعداد نہایت کم ہے اور عموماً دینی مدارس نہایت کمزور حالت میں ہیں۔ مگر اسکا سبب کیا ہے؟ اسکا سبب امرا۔ اور ذی استطاعت لوگوں کی دین کی طرف سے بے توجہی و بے پرواہی ہے۔

شرم کی بات ہے کہ خدا کی دی ہوئی دولت نام و نمود کے لئے خرچ کیجائے۔ بیاہ و شادی میں بے دریغ لٹائی جائے۔ رنڈیاں۔ اور قوال کمائیں جاہ طلبی کے لئے اڑائی جائے۔ مقدمہ بازی میں غارت ہو۔ اور سینکڑوں ناجائز بلکہ شرمناک طریقوں سے تباہ کی جائے۔ مگر دین کی تعلیم و ترویج کے کام نہ آئے۔ اگر ہمارے امرا اور کچھ نہ کریں تو صرف شرعی زکوٰۃ ہی پابندی سے نکال کر مذہبی اور دینی کاموں کے لئے کسی معتبر اسلامی جماعت۔ یا انجمن یا کسی خوش نظم مدرسۂ اسلامیہ۔ یا کسی تبلیغی اور علمی و دینی مذہبی اور اصلاحی ماہوار رسالہ کو دیا کریں

(اس موقع پر میں تمام مسلمانوں کو اور خصوصاً ناظرین ارشاد کی توجہ کو ارشاد کی طرف معطوف و منبدول کرانا چاہتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اس دینی رفیق کے ارتقاء و بقاء کے لئے ہر طرح ممد و معاون ہونگے) تو تعلیم و اصلاح مسلمین کا کام نہایت قوت کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ مگر ان صاحبوں سے یہ بھی نہیں ہو سکتا مصیبت یہ ہے کہ ارباب دولت میں سے جو حضرات خیرات کرتے ہیں، وہ عموماً بے تکی اور لایعنی ہوتی ہے۔

ایک صاحب کو کار خیر کرنیکا جوش اٹھتا ہے۔ محلہ میں چار مسجدیں پہلے سے موجود ہیں۔ اور مصلیوں کی قلت سے مسجدیں بے رونق ہیں مگر وہ صاحب ضرور پانچویں مسجد اپنے محلہ میں بنائیں گے اور اسکا نتیجہ ظاہر ہے کہ چار مسجدوں کے نمازی پانچ مسجدوں پر تقسیم ہو کر پہلی چار مسجدوں کی آبادی بھی اور گھٹا دینگے۔ اس صورت میں یہ پانچویں مسجد بھی بے رونق رہیگی اللہ تبارک تعالی قوم کو سمجھ عطا فرمائے۔

قوم کی بے خبری

مصیبت پر مصیبت یہ ہے کہ قوم کو اس کی حالت سے آگاہ کرنے کا کوئی طریقہ موجود نہیں۔ پڑھے لکھوں کی یہ حالت ہے کہ اول تو اون کی تعداد کم ہے پھر جسقدر پڑھے لکھے لوگ ہیں اُن میں سے بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو دینی اور مذہبی مذاق صحیح سے بے بہرہ ہیں۔ ان کو دین سے محبت ہے نہ قوم سے دلچسپی۔ تاریخ سے وہ آگاہ نہیں۔ اخباروں۔ اور رسالوں کو وہ پڑھتے نہیں اور اگر بطریق مشغلہ پڑھتے بھی ہیں تو سرسری نظر سے اس لئے اون کو کچھ معلوم نہیں کہ قوم پر کیا گذر چکی ہے اور کیا گذر رہی ہے۔ جلسے منعقد کرو تو اون میں وہ نہیں آتے۔ اخباروں یا رسالوں میں کچھ لکھو تو وہ اونکی نظروں تک نہیں پہنچتا۔ اعلان شائع کرو۔ اشتہار چھاپو۔ کتابیں لکھو۔ غرض

سب طریقے عملاً بے اثر ثابت ہوتے ہیں۔ جب پڑھے لکھوں کی یہ حالت ہے تو ان پڑھ مسلمانوں کا شکوہ بے سود ہے۔ ان کی رہبری تو پڑھے لکھے ہی کر سکتے ہیں لیکن۔ ع

اُو خویشتن گم است کرا رہبری کند

مسلمانوں سے خطاب

مسلمانو! خدارا اٹھو۔ ہوشیار ہو۔ خواب جمود و غفلت سے بیدار ہو۔ اپنے ماحول کو سمجھ کر غور کرو۔ تمہارا تبلیغ اور تحفظ اسلام سے بے خبر رہنا کیا نتیجہ پیدا کریگا۔ عالمِ اسباب میں آپکی موجودہ غفلت اور سہل انکاری کا صرف ایک نتیجہ ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ ہندوستان سے مسلمان بھی اسی طرح مٹ جائیں جسطرح مُسلمان (اسپین) سے مٹ گئے۔ اور جسطرح قرطبہ میں آج قصر الحمرا مُسلمانانِ (اندلس) کی عظمت رفتہ پر زبان حال سے نوحہ گری کر رہا ہے۔ خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ مگر آپکی موجودہ غفلتیں ببانگِ دُہل اعلان کر رہی ہیں کہ ہم تو ایسا ہی چاہتی ہیں۔ میں اس سے قبل بھی عرض کر چکا ہوں کہ تبلیغ و اشاعتِ اسلام مسلمانوں کا مذہبی اور قومی فرض ہے۔ اسلام کی بہبودی اور اسلام کی ترقی اسلام کی تبلیغ و اشاعت پر منحصر ہے۔ یہ فرض عظیم مسلمانوں کا جزو حیات ہے ہمکو چاہیے کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا ہر جگہ ایک باقاعدہ اور باضابطہ مستقل نظام قایم کریں۔ اور ہر مسلمان کے دل میں جذباتِ صادقہ۔ اور احساساتِ مذہبی۔ اصلاحِ مسلمین کا شوق۔ اور دینِ الٰہی کی سچی تڑپ پیدا ہو۔

مجھ کو معاف فرمائے کہ میں نے تقریباً اوّل سے آخر تک قوم کی غفلت ہی کا رونا رویا ہے۔ مگر اس کے سوا کرتا بھی کیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے تو اس قصہ کو مختصر ہی کیا ہے

اندکے با تو بگفتم غمِ دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میری اس قلیل تحریر میں اگر۔ القلیل یقضی الی الکثیر۔
میرا کوئی لفظ کسی بھائی۔ یا کسی بزرگ کو ناگوار معلوم ہو تو مجھ کو معاف فرمائیں
میں اگر قوم کو غافل کہہ رہا ہوں تو میں خود بھی قوم میں شامل ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ہماری غفلتوں سے نجات دے اپنے احکام کی تعمیل اور
اپنی رضا جوئی کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے کمزور ہاتھوں سے استحکام
وحفاظت دین حق، و تبلیغ اسلام کی خدمت کرائے۔ فقط: آمین آمین
ثم آمین۔

اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَاء
والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

ذکرِ رسول ؐ

٦٨٦

(از جناب مولوی ابو احمد سید محمد صاحب مدرس مدرسہ فوقانیہ نامپلی)

حضرات! آیا آیا وہ ماہِ مبارک جس میں قدرت نے اپنا آخری رسول مبعوث
فرمایا۔ اگر ماہِ رمضان نزولِ قرآن اور عبادت صوم کی وجہ سے افضل۔ اگر ماہِ
ذی الحجہ زیارت خانہ کعبہ۔ عبادت حج۔ شرف سعادت گنبدِ خضرا کی وجہ سے اشرف
اور عاشقانِ خدا کے لئے یادگار ہے۔ اگر عشرہ کے دل ہلا دینے والے واقعات اور

سبط رسول جگر گوشۂ رسول کی شہادت سنی قابل ذکر ہے تو میں کہتا ہوں کہ ربیع الاوّل میں فوراً اور اس مقدس نور کی تجلی کرۂ ارض پر چمکی جس کی بشارت حضرت موسیٰؑ نے توراۃ اور حضرت عیسیٰؑ نے انجیل میں دی تھی۔ اگر میں یہ کہوں تو ذرا مبالغہ نہ ہوگا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اور عالم کا ریزہ ریزہ اسی ذات اقدس کی بدولت کتم عدم سے مرتبہ وجود میں آیا۔ (صلے اللہ علیہ وسلم) گویا ایک آنیوالا آتا ہے۔ مگر ضرورت تھی اس کے آنے سے پہلے سب کچھ موجود کر دیا جائے کیوں؟ اسلئے کہ فارغ البالی اور اطمینان کے ساتھ خدا کی عبادت کیجا سکے۔ سینکڑوں آنیوالے آئے اور چلے گئے۔ ہزاروں رہبر اس تختۂ ارض پر آئے اور اپنا اپنا کام اور اپنی اپنی خدمات انجام دیکر واپس چلے گئے۔ کسی کی ہدایت مخصوص کسی کی رہبری محدود تھی۔ مگر ایک آنیوالا آیا اور ایک پاک ہستی غار حرا سے آئی اس کے سپرد عالم کی ہدایت کیگئی ہے۔ ایک صدر اعظم مکہ کی مقدس زمین سے نکلا قوم کی باگ رہبری ہمیشہ کے لئے اس کے متبرک ہاتھوں میں دیدی گئی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)۔ جبکہ خدا کے بندوں نے خدا کی زمین پر سرکشی کی اور نافرمانی کا پیالہ لبریز ہو گیا۔ اور خدا کی زمین کشت وخون سے لالہ زار بنی تو بڑے بڑے رسول انکی اصلاح کے واسطے آئے اور چاند اور تاروں کی طرح اُن کا نور ہدایت چمکا مگر ایک وہ وقت آیا کہ سرکشی اور ظلم وستم اور نافرمانی انتہا کو پہنچی۔ حرام وحلال میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا۔ ماں اور بہن یکساں ہوگئیں۔ لڑکی کی پیدائش باعث ذلت سمجھی جانے لگی۔ اور اس معصوم وبیگناہ کو زندہ درگور کرنا عدل اور عین عدل سمجھا جانے لگا۔ حقیر اور نہایت حقیر باتوں پر جنگ وجدال اور ہزاروں جانیں موت کے نذر ہونے لگیں۔ خصائلِ حمیدہ اور اعمالِ حسنہ پر عمل درکنار توحید و ایمان بھی اُن سے رخصت ہو گیا تھا۔ پرستش کے آتش فشاں پہاڑ نے گھر گھر آگ اور سب کے دل جلا کر سیاہ کر دئے تھے۔ گویا انسانیت پر حیوانیت اور روحانیت پر بہیمیت غالب۔ اور اس درجہ غالب۔ اور خواہشات نفسانی نے

ایسا اندھا اور بہرہ کر دیا تھا کہ کوئی حق بات سُنتے اور کہنے والے کو دیوانہ اور مجنون بناتے تھے (وابتغوا اھوائھم لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اذان لم یسمعون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل) نہ صرف اسی پر بس تھے بلکہ خاص خدا کے گھر میں (۳۶۰) بت پرستش کے لئے رکھ چھوڑے تھے اور قریب تھا کہ خدا کی زمین پر خدا کا نام لینے والا باقی نہ رہے اس سے زیادہ اور سرکشی کیا ہوگی ہاں دنیا کا بھی یہی قاعدہ ہے کہ جس وقت کوئی باغی استقدر تعدی کرتا ہے کہ اس کی فرعونیت واستبدادیت حد سے گذر جاتی ہے اور اس کے زہریلے اثرات پایۂ تخت اور تاج پہنچتے ہیں تو ایسے ناپاک افراد کی قلع وقمع اون کے تکبر ونخوت اور اصلاح حال کیلئے شاہ وقت ایک بہرہ دست سپہ سالار او وزیر سلطنت کو بھیجتا ہے۔ سنت اللہ بھی اسی طرح جاری ہے ہاں ہاں رات کی اندھیری نہیں نہیں جبکہ ضلالت اور گمراہی کے سیاہ اور خوب سیاہ بادلوں نے دنیا کو تیرہ وتاریک کر دیا اور اصلاح محیط ہوئی کہ نہ بھائی بھائی نظر آیا اور نہ ماں اور بہن میں امتیاز باقی رہا اور نہ بت اور اللہ کا گھر آنکھوں سے دیکھا تو چاند اور تاروں کی روشنی ماند پڑ گئی۔ اور یقیناً ایسے تیرہ وتاریک اور ظلمت کدہ وقت میں وہ روشنی ناکافی تھی تو خدائے غیور کی غیرت میں ایک حرکت ہوئی اور رحمت الٰہی جوش میں آئی۔ اُس نے اپنی مخلوق کی رہبری کے واسطے ہدایت کا آفتاب فاران کی چوٹی سے طلوع کیا جس نے طلوع ہو کر سارے عالم کو ایسا منور اور روشن کر دیا کہ اپنی تئیس سالہ نبوت کی قلیل مدت میں ہزاروں ہدایت کے نجوم اور بدر بنا دیئے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اوس روحانیت اور مجسم نور کے آتشین شیشہ کے سامنے جو سیاہ قلب بھی آیا وہ خدا کی محبت میں ایسا جلا۔ اور توحید کی آگ کے شعلے ایسے اُٹھے کہ پھر کبھی بھی نہ بجھے اور اوس پر کچھ ایسا اسلامی رنگ چڑھا کہ پھر کبھی نہ اوترا (صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ) وہی لوگ جو چاہِ ضلالت میں غرقاب

تھی۔ وہ آج اعمال حسنہ اور اخلاق وعادات میں ایسے کامل ومکمل انسان بنے کہ نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ دوسری قومیں بھی اون کی مدح سرائی میں گیت اور اون کی خدمات کی معترف ہیں جنہوں نے بت بناکر اللہ کے گھر میں رکھے تھے اُن ہی نے آکر توڑے جن کی عمر کفر وشرک میں گذری تھی وہ آج صحیح معنی میں نمونہ رسول کے تودے بنے ہوئے ہیں حضرت ابوبکر حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی حضرت علی رضی اللہ عنہم و دیگر صحابۂ کرام کے کارنامے اور تاریخی حالات دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ان مقدس حضرات نے کس قدر اور کیا کچھ اسلامی خدمات انجام دئے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا شرف اور فضیلت ہوگی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اون کی شان ہیں۔ (علیکم سُنتی وسنة خلفاء الرّاشدین) ارشاد فرماتے ہیں بہرحال اگر مضاف الیہ سے مضاف میں شرف آجاتا ہے تو ماہ ربیع الاول بھی ایک نرالی شان رکھتا ہے کیوں اس لئے کہ خدا کا نور آمنہ کے بطن میں آیا اور حضرت آمنہؓ کے بطن سے نکلکر خدا کی زمین پر چمکا کیسا متبرک وہ مہینہ ہوگا جس میں اللہ کا نور حضرت صلعم میں جلوہ گر ہوکر عالم کے لئے باعث رحمت ہوا۔ کسقدر مقدس وہ دن اور کسدرجہ معظم ومحترم وہ دوشنبہ کے شب کی آخری ساعت اور صبح کا خوشگوار وقت ہوگا کہ جس وقت فطرت وقدرت کے فیاض ہاتھوں نے نبوت اور فضل وکرم کے گرانبہا انعامات سے حضرت عبداللہ کے گھر کو مالامال فرمایا۔ ایسا نبیؐ آیا جو کبھی اس سے پہلے نہ آیا تھا۔ ایسا طبیب حاذق اور کامل ومکمل رہبر خدائیتعالے نے بھیجا جسکے بعد اب قیامت تک کوئی نبی نہ آئیگا۔ بیشک خدا کے بعد کائنات میں سب سے بالا تر ہستی اگر کوئی ہے تو آنحضرتؐ ہی کی ذات والاشان ہے۔ موسٰیؑ بھی آئے اور عیسٰیؑ بھی آئے مگر جس جاہ وجلال اور شان وشوکت سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سواری آئی کسی کی نہ آئی۔

حضرات! دسویں محرم ہو یا ستائیسویں رجب یا بارہویں ربیع الاول ہو ہر ایکمکے اندر مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ کا ایک درس ہے اور بجاطور پر ہر ایک تاریخ

اپنی اپنی جگہ پر ایک تعلیمگاہ بنی ہوئی ہے سب جانتے ہیں کہ سالِ ہجری کا آغاز محرم سے ہوکر ذی الحجہ پر ختم ہوتا ہے دونوں طرف عجیب وغریب واقعات موجود ہیں اگر شہادت حسینؓ استقلال۔ ثباتِ قدم۔ حمایتِ دین۔ اعلاء کلمۃ الحق۔ ایثار کیلئے آخری اور سچی مثال ہے تو ذی الحجہ کا عشرہ خدا کی محبت میں سرشار اور محو ہوجانیکے واسطے ایک بڑا نمونہ ہے۔ حج کے تمام حرکات اس محبت اور عشق پر مبنی ہیں اور اپنے پیارے مخلص بندے حضرت ابراہیمؑ کے وہ عاشقانہ افعال وحرکات خدا کو کچھ ایسے پسندیدہ معلوم ہوئے کہ آج وہ ہمارے لئے بھی راہِ عمل قرار دئے گئے۔ بیشک ایک سچا عاشق اپنے محبوب کی محبت اور یاد میں دیوانہ ہوکر پریشان حال بھوکا پیاسا جنگلوں اور گلی کوچوں میں مارا مارا پھرتا ہے اور وہ محبوب کے گھر کا طواف اور چکر لگاتا ہے اوسکے نزدیک ریگستان کا چٹیل میدان اور سبزہ زار چمنستان ایک ہیں۔ نہ اوسکی محبت میں اپنی عزیز ترین جان کا نذرانہ بھی پیش کرکے عشق ومحبت کی آخر منزل میں کامیاب اور آنیوالی دنیا کے واسطے ایک مثال اور ایک یادگار چھوڑتا ہے اگر اول وآخر دو واقعات پر عمیق نظر ڈالی جائے تو گویا زبانِ حال سے یہ سبق ملتا ہے کہ اے ایمان والو! تم اپنی مسلمانہ زندگی اسطرح گذارو۔ تم اپنے مذہب پر اسقدر پختہ اور ثابت قدم رہو تم پر خدا کی محبت اسدرجہ غالب ہو کہ۔ تمھارا مال۔ تمھاری جان۔ تمھارا روزہ۔ تمھاری نماز۔ تمھارا اٹھنا بیٹھنا۔ اور تمام حرکات سب کے سب خدا تعالےٰ کی مرضی کے تحت ہوں اور تمھارا ہر کام دائرہ اسلام کے اندر ہو (قُلْ اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ)۔ اگر میرا بیان صحیح ہے تو میں کہونگا کہ اے مسلمانو محرم اور ربیع الاول ہمارے لئے نمونہ بہترین نمونہ اور اون کے اندر ہمارے لئے ایک درس ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہم اپنے حالات۔ عقائد واعمال پر غور کریں اور اون مکرم حضرات کے کارنامے اپنے سامنے رکھکر سوچیں کہ ہم نے خدا تعالےٰ کی کتنی عبادت اور کتنی اسلامی خدمات انجام دی ہیں اگر ہمارے دلوں میں ان بزرگوں کی عظمت ومحبت ہے اگر ہم تاجدار مدینہ کو اپنا

سرداراوسا وں کے پیروں میں اپنی نجات مضمر سمجھتے ہیں تو پھر کون چیز مانع ہے کہ ہم اپنے اندرود اوصاف و خصائل حمیدہ نہ پیدا کریں اور اوس اسوۂ حسنہ کو اپنا راہِ عمل نہ بنائیں۔ نبوت کی بخشش ہو یا ولایت کا درجہ سب اطاعت خداوندی پر موقوف ہے۔ وہ مقدس ہستی جسکے اطمینان کے واسطے دنیا ہی میں پروانۂ مغفرت آگیا تھا وہ رات ورات خدا کی عبادت میں سربسجود رہتی تھی۔ وہ سرتا زبوت خدا کی عبادت میں اسقدر مصروف رہتے تھے کہ پیروں پر ورم آ گیا۔ کبھی صحت و مرض میں نہ نماز ترک کی نہ جماعت آپ اکثر روزہ سے رہتے تھے۔ آپ ہمیشہ سچ بولے آپ ہمیشہ یتیم بیواؤں اور مساکین کی امداد کرتے تھے۔ خود اپنا اور اپنے ہمسائیوں کا کام کرتے تھے۔ آپ نے حلال روزی اور محنت کرکے اپنی مبارک زندگی بسر کی وہ بھی سادہ اور فقر کے ساتھ۔ خدا کی اطاعت اور اوس کی مرضی آپ کا نصب العین تھا۔ جس طرح آپ نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا اوسیطرح آپ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے بھی بڑی سے بڑی خدمات انجام اور سخت سے سخت تکالیف بخوشی برداشت اور گوارہ فرمائیں۔ ایک مرتبہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپکی تکلیف ہم سے نہیں دیکھی جاتی حضور والا آپ کیوں اسقدر عبادت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب خدا نے مجھے اسقدر انعامات سے نوازا ہے کیا میں اوسکا شکریہ نہ ادا کروں؟ (اَفَلَا اَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا) پھر آج کیسی ہماری بدقسمتی ہے اور ہمارا ان یادگاروں کے ساتھ کیا معاملہ ہے وہی ہے جس طرح ایک دنیاوی رسم ادا کیجاتی ہے عظمت ومحبت اور نجات کا انحصار نہ سینہ زنی اور گریہ وزاری پر ہے اور نہ قیام و قعود اور ظاہری چکاچوند پر۔ بلکہ واقعات سے اصلی مقصود اور حقیقی محبت کا مقتضی صرف ایک ہے کہ ہم اوس طرح نمونہ بنیں اور اتباع رسول ہمارا اوّلین فرض ہو گو بزرگان اسلام کا ذکر خیر ضرور باعث خیر و برکت ہے مگر دوزخ کی آگ اور خدا کے غصہ سے بچانیوالا ذریعہ اور صرف ایک ہی ذریعہ اتباع رسولؐ اور اطاعت خداوندی ہے۔ اگر کوئی نبی رسول ہو۔ یا کوئی ولی سب کو اپنے اپنے مراتب اور علیٰ مراتب پر رکھو

مگر خالق کے صفات ممکن میں اور ممکن کے صفات خالق میں ملا کر خلط مبحث نہ کرو
ہاں ہاں ایسے نفوس قدسیہ کے اذکار خیر کرو اور ضرور کرو۔ مگر یاد رکھو جو کچھ کرو
سب شرعی حدود کے اندر رہ کر اور افراط و تفریط سے بچ کر۔ اور نہ صرف ذکر ہو اور
خالق کے ذکر ہی پر بس کرو۔ بلکہ جو کچھ کہو اور جو کچھ سنو اس پر عمل بھی کر کے سعادتِ
دارین سے مستفیض ہو۔ آج ہم اپنی کس کس حالت کا رونا روئیں صدہا مسلمان
ایسے ملیں گے جو کلمۂ طیبہ کے نام سے بھی واقف نہیں۔ سینکڑوں مسلمان ایسے ملیں گے
جنہوں نے نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ سب کو خیرباد کہہ دیا ہے۔

صدہا مسلمان ایسے پائے جاتے ہیں جو یورپ کی تقلید اور اندھی تقلید
میں گرفتار ہیں۔ جھوٹی گواہی کے واسطے۔ ادنیٰ ادنیٰ لالچ پر۔ ہم ہی بدبختوں کے
ہاتھوں میں قرآن نظر آتا ہے۔ شراب نوشی۔ حرام کاری کو زندگی۔ اور ملازمت کے
لوازمات میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ جھوٹ بولنا آج اپنا شعار ہے۔ لہو و لعب اور کھیل
کود کو داخلِ حسنات سمجھا جاتا ہے۔ بغض و حسد اور نفسانیت و اختلاف کا دور دورہ
اور جنگ و جدال کا بازار گرم ہے۔ افلاس جس قدر بڑھ رہا ہے۔ اور روز بروز حالت
روبہ تنزل ہو رہی ہے۔ وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ سودی قرضہ نے الگ
گھر کے گھر تباہ کر رکھے ہیں۔ آج کسی حصۂ زمین پر مسلمان چین و آرام سے نظر نہیں
آتے۔ ہر طرف فتنہ و فساد اور قحط و امراض کا ابر محیط ہے۔ نہ ہمارے پاس دنیا
ہی باقی رہی اور نہ دین۔ ہر جگہ ہم تباہ اور پس رہے ہیں۔ سب سے زیادہ افسوس
اور کس درجہ افسوس ہے کہ آج مسلمانوں کے ہاتھوں وہ کام ہو رہے ہیں جو کسی طرح
موزوں نہیں تھے۔

واقعات عالم کے سامنے ہیں سلطنت ٹرکی میں کیا ہو رہا ہے اور مقدس
سرزمین حجاز میں کیا ہوا؟ وہ سب کچھ ہوا جو نہ ہونا چاہئے تھا۔ وما اصابکم من
مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر۔ اگر میں غلطی
نہیں کرتا ہوں تو غالباً میرا یہ کہنا درست ہوگا کہ آج مقدس اسلام مسلمانوں کے ہاتھوں

تباہ ہو رہا ہے۔

اور اسلام کا وہ درخت جس کو بانیٔ اسلام اور صحابہؓ نے اپنی سعی و کاوشش سے سر سبز اور شاداب بنایا تھا۔ اور وہ درخت جس کے خون اور پاک خون کے نہروں سے نشوونما ہوئی تھی آج وہ ہماری نافرمانیوں کے ناگوار جھونکوں سے مُرجھا جارہا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ امم سابقہ ایسی ہی بداعمالیوں کی بدولت برباد کردیئے گئے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ ہماری بداعمالیاں بہت کچھ متجاوز ہوچلی ہیں اور ہم مذہب سے کوسوں دُور جا پڑے ہیں آخر کیوں اسقدر نافرمانی پر جرأت ہے اور کیوں منہیات شرعیہ کا ارتکاب کرکے سرورِ عالم کی پاک سنت کو صدمہ پہنچایا جاتا ہے (مَن سلك علی طریقی فهو منّی) ۔ اور إنّ اکرمکم عند الله اتقٰکم کا فیصلہ ہر وقت ہمارے پیش نظر ہونا چاہیئے۔ خدا کے خوف سے ڈرو اگر خدا تعالےٰ کے غیظ و غضب اور اس کی قہاریت کو حرکت ہوگئی تو اندیشہ ہے کہ ہم برباد نہ ہوجائیں (إنّ بطش ربّك لشدید)۔ مگر قلوب سخت اور سیاہ اور کان بہرے ہوگئے ہیں کہ کسی حق کہنے والی آواز کو سنیں " ایک سرکشی اور نافرمانی کی گھٹا مغرب سے اوٹھی اور کچھ ایسی اوٹھی کہ جسنے ہر طرف دنیا کو ایک نئے رنگ اور عالم کو ایک نئی حالت میں پلٹ دیا (فاعتبروا یا اولی الابصار)۔

کیا ان حالات کے بعد بھی ہم خدا تعالیٰ کے سچے بندے اور اس کے رسولؐ کے سچے غلام کہے جانیکے مستحق ہیں۔؟ نہیں اور کسی طرح نہیں۔

ہر آنیوالے اور سانس لینے والے کو موت آئیگی اور ضرور آئیگی (کلُّ نفس ذائقة الموت) پھر کیوں اس مستعار زندگی پر ناز اور غرور ہے کسی کمال اور کسی شئی کو بقا نہیں۔ عروج کے بعد زوال۔ کمال کے بعد فنا ساتھ ساتھ ہے تو پھر مسرت اور حزن ملال سب یکساں ہیں۔ آنکھے ساتھ موت کا خیال پیش نظر رہے۔ اور ایک مسافر جس طرح مسافرانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ ہم بھی اس سے زیادہ دنیا میں اگر حصہ نہ لیں نہ خدا کو بھولیں اور نہ اتباع رسولؐ کو چھوڑیں۔

دیکھو دیکھو موت کا فرشتہ سر پر کھڑا ۔ اور آخرت کا دشوار گذار راستہ ہمارے سامنے ہے اور قبر کی کٹھن منزل آنیوالی ہے ۔ پھر نہ معلوم ہم کیوں اسقدر اندھے اور غافل ہیں ۔ کونسا وقت اور کونسی ساعت آئیگی کہ ہم خواب غفلت سے بیدار ہونگے :

اگر غیرت ملی کی کچھ حرارت ۔ اگر حمیت اسلام کی کچھ رمق ۔ اگر جذبات ایمانی کے کچھ ولولے ۔ باقی ہیں تو وقت آگیا ہے کہ ہم سچی توبہ کرکے اوٹھیں ۔ اور اور شجر اسلام کے مرجھائے ہوئے درخت کو پانی دیں ۔ سمندر ۔ دجلہ ۔ فرات کا نہیں بلکہ ایمان اور سچے ایمان ۔ خلوص اور سچے خلوص ۔ اطاعت خداوندی اور اتباع رسول کے پاک اور مقدس حوض کوثر سے اسلام کی نشو و نما کرکے اپنی غلامیت کا ثبوت دیں ۔ اور اپنے بگڑے ہوئے تاجدار مدینہ کو خوش ۔ اور اپنے روٹھے ہوئے خدا کو راضی کریں ۔

خدایا ! مسلمانوں کی کشتی گرداب میں پھنس رہی ہے اگر تیری رحمت امداد نہ کریگی تو پھر ہمارا ٹھکانا کہاں ہوگا "

اے رسول عربی امت کی کشتی بھنور میں آگئی ہے ۔ اگرچہ ہم روسیاہ ہیں ۔ نہ دعا کے قابل اور نہ سفارش کے لائق ۔ مگر آپ کی دعا اور سفارش اگر نہ ہوگی تو پھر ہماری مغفرت کیونکر ہوگی ۔ ؎

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے ✤ امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہماری نہیں کوئی ✤ ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

خدایا ۔ بطفیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم گنہگاروں پر فضل و کرم کی بارش فرما ۔ اور صراط مستقیم کی ہدایت اور اوس پر ثابت قدم رکھ کر ایمان پر خاتمہ بخیر فرما ۔ آمین !

خدایا ۔ میں نے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو محض اس وجہ سے لکھا ہے کہ تو شرف قبولیت سے نواز کر اگر مسلمانوں کی ہدایت کے لائق نہ ہو (اور یقیناً

نہیں ہیں تو کم از کم میرے لئے ان کو ذریعۂ نجات بنادے۔ آمین یارب العٰلمین
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی
خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ فقط

سلطان ناصر الدین اور اس کی بیگم

(نامی کوہ سوار صاحب کے قلم سے)

ناصر الدین تھا جب تخت نشیں دہلی پر ۔۔۔ جسکے اکرام و فضیلت کا تھا گھر گھر چرچا
عابد و متقی و حاذق و حاجی و شجیع ۔۔۔ علم و فضل میں تھا شاہ فرید و یکتا
مال و دولت سے خزانے تھے سراسر معمور ۔۔۔ شان اقبال نہ پوچھو۔ تھا ہما کا سایا

اوس کے دربار کی وہ شان کہ اللہ غنی
رُعب ایسا کہ ہو شیروں کا کلیجہ ٹھنڈا

مرحبا۔ ایسے تجمل پہ بھی وہ تھا صوفی۔ ۔۔۔ بے تکلف محل (خاص) بہت سادہ تھا
اور شاہوں کی طرح وہ نہیں رکھتا تھا حرم ۔۔۔ بیگموں اور کنیزوں کا نہ تھا کوئی جتھا
ایک بیگم تھی بہت نیک و عفیفہ گھر میں۔ ۔۔۔ خانگی کام کیا کرتی تھی خود صبح و مسا

چکّی۔ چولہے کی خبر آپ لیا کرتی تھی۔ | دے کے جاروب کو لیتی تھی وہ خود فرش بچھا
اپنے ہاتھوں سے پکاتی تھی طعامِ شب و روز
خدمتِ شاہ میں مصروف تھی لونڈی سے سوا

ایک دن شاہ سے یوں عرض کیا بی بی نے | چاہئے اب کوئی لونڈی پے مطبخ شاہا
روٹیاں میرے پکانے سے جُھلستے ہیں ہاتھ۔ | ہو کنیزک تو نہیں مجھ کو شکایت۔ نہ گلا

یوں متانت سے دیا شاہ نے بیگم کو جواب | یہ خزانہ کوئی ذاتی تو نہیں ہے میرا
جتنی دولت ہے خزانہ میں رعایا کی ہے | میرے حق کا تو کوئی اسمیں ہے پیسہ نہ ٹکا
کیسے لونڈی میں خریدوں (لکھو) مطبخ کیلئے | جبکہ چلتا ہے میرا خرچ کتابت پہ سدا
روز قرآن کو لکھتا ہوں بڑی محنت سے | جس کے ہدیہ سے گذرتی ہے ہماری دُنیا
اس میں ہم دونوں تو کھاتے ہیں جو پہنتے بھی ہیں | زندگی چین سے کٹتی ہے یہی شکر خدا
صبر سے اے میری بیگم تو مشقت سہہ لے | رنج و محنت سے نہ گھبراؤ میری جان اصلا
آخرت میں ہے خدا سے مجھے امید قوی
تمکو اس کا اجرِ خیر (وہاں پر) دے گا

شاہ نے عمر گذاری تو فقیرانہ ہی ؛ | زندگی ساری کٹی ذکرِ خدا ہی میں تمام۔
زہد و تقویٰ تھا شغف تھا تو عبادت ہی سے کام | وقت بیکار کبھی آپ سے کھویا نہ گیا
ایک حبّہ نہ لیا اپنے مصارف کے لئے | شاہ نے شاہی خزانہ سے کسی دن حاشا
صرف قرآن سے ہوتی تھی کتابت پہ بسر | پھر کوئی اور نہ تھی آمدنی اس کے سوا

ایک صاحب تھے کوئی ابنِ امیرِ ذیجاہ | شاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن دیکھا
دوام معمول سے وہ چند منٹ صاحب تھے | طبعِ شاہ کو یہ بار گوارا نہ ہوا ؛ ؛

اپنے معمول کے لئے دام دیے باقی پھیر۔ | الغرض اللہ رے کسقدر جو بڑھا تھا قوی

پھر تو اس روز سے مخفیہ لگے ہدیہ کرنے

یہی معمول رہا تا دم آخر اون کا

مدعی ہم بھی تو ہیں آج کہ مسلم ہم ہیں | دل میں کچھ خوف خدا ہے نہ نبی کا کھٹکا

حرص و آز کے بندے ہیں پھنسے دنیا میں | کبھی بھولے سے بھی ہوتی نہیں یاد عقبیٰ

اب تو راحت سے گذرتی ہے زمانہ میں بہت | کس کو معلوم ہے یہ آج سے کل کیا ہوگا

عمر دو روزہ کسی طرح گذر جائیگی

دلسوزا ہی تو کبھی ذکر خدا کو نہ بھلا

گذارش ناظرین ارشاد کی خدمت میں یہ گذارش بیجا نہ ہوگی کہ اپنے ارشاد کی اشاعت بڑھائیں ایک مذہبی رسالہ جو چٹپٹے واہیات مضامین سے نہیں عورتوں کے تخیلات کی تصاویر سے نہیں۔ بلکہ کلام الٰہی۔ حدیث نبوی۔ فقہ اعظم اسلامی اخلاقی مضامین سے آپکی خدمت کرنیوالا کیا اسکا مستحق نہیں ہے کہ آپ اپنے حلقہ احباب میں اسکی اشاعت بڑھا کر الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق بنیں۔ آپکا ارشاد بسا اوقات اپنے مقررہ حجم سے زیادہ حجم پر چھپ کر آپکی مذہبی خدمت کرتا رہتا ہے آخر اس نقصان کی تلافی ہو تو کس طرح کیا اسبات پر غور نہیں فرماتے کہ اسکی قیمت ہی کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ اس طرف توجہ فرمائیں تو آپکو معلوم ہوگا کہ آپ صرف کاغذ کی قیمت پر اس رسالہ کو حاصل فرمارہے ہیں گذارش کرنا ہمارا کام ہے اور قبولیت آپ کے ہاتھ ہے۔

آپکا مخلص

مہتمم ارشاد

تصحیح فرمالیجئے گذشتہ نمبر کے دوسرے صفحہ میں پہلے جانشین کی مدت خلافت میں بجائے (چودہ) سال کے کتابت کی غلطی سے (چودہ) سال لکھا گیا ہے اسلئے چھتہ کو چودہ بنا لیجئے فقط

مہتمم

۱۔ رسالہ ہر ماہ قمری کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

۲۔ سالانہ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ اور غیر مستطیعوں، طلباء سے (۱۲) مع محصول ڈاک مقرر ہے۔ نمونہ کا پرچہ ۳ کے ٹکٹ آنے پر بھیجا جائیگا۔

۳۔ جو حضرات چار خریدار دیتے ہیں ان کے نام سال سال بھر تک مفت جاری رہتا ہے

۴۔ خریدار صاحبان خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور دیا کریں ورنہ عدم ادائی جواب یا عدم تعمیل کی شکایت نہ کریں۔

۵۔ ارشاد میں تفسیر و حدیث و فقہ کے علاوہ اخلاقی تاریخی اصلاحی مضامین نظم و نثر شائع ہوتے رہیں گے۔

۶۔ سیاسی مضامین شائع نہ ہونگے۔

۷۔ مضامین مہربانی کرکے خوشخط و تہذیب کے ساتھ صاف لکھے ہوئے ہوں۔

۸۔ جو مستقل مضمون نگار صاحبان ہیں اور قابل شاعت مضامین بھیجتے رہتے ہیں ان کے نام رسالہ مفت جاری رہیگا۔

۹۔ جو مضامین درج نہ ہونگے وہ واپس نہ کئے جائیں گے

۱۰۔ مضامین میں مناسب تبدل و تغیر کا مدیر کو حق حاصل رہیگا۔

۱۱۔ اگر وقت پر رسالہ نہ پہنچے تو دو ہفتے کے اندر اطلاع دینے پر دوسرا رسالہ بھیجدیا جائیگا۔

۱۲۔ جملہ خط و کتابت و ترسیل رقم بنام مہتمم رسالہ ہونی چاہیے۔

نرخ اشتہارات:- ایک صفحہ کیلئے سالانہ ([illegible]) ½ صفحہ کیلئے سالانہ ([illegible]) ¼ صفحہ کیلئے سالانہ ([illegible])
〃 ششماہی ([illegible]) 〃 ششماہی ([illegible]) 〃 ششماہی ([illegible])
〃 سہ ماہی ([illegible]) 〃 سہ ماہی ([illegible]) 〃 سہ ماہی ([illegible])

(۱) ¼ صفحہ سے کم کا اشتہار نہ لیا جائیگا۔ (۲) تین ماہ سے کم کیلئے نہ لیا جائیگا۔ (۳) جملہ رقم پیشگی بذریعہ منی آرڈر جبتک وصول نہ ہو جائیگی اشتہار چھپنا شروع نہ ہوگا۔ (۴) غیر مہذب اور تقویت باہ سے متعلق اشتہار شائع نہ ہونگے (۵) چھپے ہوئے [illegible] (۶) معینہ نرخ میں کسی کمی یا رعایت کی گنجائش نہیں ہے (۷) مشتہرین کو رسالہ مفت دینا کوئی ضروری نہیں۔ (۸) بطرز اشتہار کیلئے کسی خاص جگہ کی فرمائش کی جائیگی تو اسکا معاوضہ جدا ہوگا۔

احمد عبد العزیز صدیقی مہتمم رسالہ ارشاد حیدرآباد دکن

رجسٹرڈ انگلشیہ ۲۵۲۵
رجسٹرڈ بہ سرکار عالی
ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا
ارشاد
ایک مذہبی اصلاحی و علمی ماہوار رسالہ
بہ ادارت
پیرزادہ سید شاہ یوسف الدین قادری
دفتر رسالہ ارشاد چنچلگوڑہ حیدرآباد دکن سے شائع ہوا
معین دکن پریس

مسلسل ترجمہ تفسیر مدارک التنزیل

بابتہ ماہ

بَابُ التَّفْسِیْر

سورۂ بینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(سورۂ بینہ کے مقام نزول میں اختلاف ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں)

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا	(نہیں ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ۔
مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ	(جو اہل کتاب سے ہیں) یعنی یہود ونصاریٰ۔ کسی شخص کے خاص لوگوں کو اس کے اہل کہتے ہیں چنانچہ اہل اسلام بھی

وہی ہیں جو اسلام کو اپنا دین قرار دیتے ہیں۔

وَالْمُشْرِکِیْنَ	(اور شرک کرنیوالے) بت پرست
مُنْفَکِّیْنَ	(علیحدہ ہونیوالے کفر سے جدا ہونیوالے یہاں لفظ کفر محذوف ہے کیونکہ

الَّذِیْنَ کا صلہ اس پر دلالت کرتا ہے۔

حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ	(یہاں تک کہ ان کے پاس ثبوت فراہم ہو جائے) روشن دلیل آجائے۔ اس سے آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں۔ ارشاد باری ہے کہ (اہل کتاب اور مشرکین نے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارک تک کفر کو نہیں چھوڑا۔ پھر جب آپ مبعوث ہوئے تو بعض مسلمان ہو گئے اور بعض کفر پر جمع رہے۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ	(آپ اللہ کے رسول ہیں) یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور لفظ "رسول" بدل ہے۔ بینہ کا۔

یَتْلُوا	آپ اونہیں سناتے ہیں۔
صُحُفًا	صحیفوں کو:
مُطَهَّرَةً	(جو پاک ہیں، باطل سے:
فِيهَا	اُن صحایف میں:
كُتُبٌ	تحریرات ہیں:
قَيِّمَةٌ	سچے سچے جو حق اور انصاف کی بات بولتے ہیں:

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ إِلَّا مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ

(اور جن لوگوں کو کتاب دیگئی تھی وہ بھی دلیل موصوف کے آنے کے بعد ہی متفرق ہوئے) چنانچہ بعض تو نافرمانی اور ضد کی وجہ سے آپکی نبوت کے منکر ہی ہوگئے۔ اور بعض مسلمان ہوئے۔ ابتدا اہل کتاب اور مشرکین کا ایک ساتھ ذکر فرمانے کے بعد میں صرف اہل کتاب کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ اہل کتاب کو آنحضرت صلعم کی بعثت کا علم تھا کیونکہ ان کی کتابوں میں اس کا ذکر تھا۔ اگر یہ تخصیص نہ ہوتی تو تفرق کے وصف میں وہ لوگ بھی داخل ہوجاتے جن کے پاس کوئی کتاب نہ تھی:

وَمَا أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَآءَ

(اور نہیں حکم دیا گیا اونکو توریت اور انجیل میں۔ مگر اس کا کہ وہ اللہ ہی کی عبادت کریں اوس کے لئے اپنا دین خالص رکھیں، شرک و نفاق نہ کریں۔ (راستی اختیار کریں) تمام پیغمبروں پر ایمان لائیں: ادیان باطلہ سے اعراض کریں۔

وَيُقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَوٰةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ

(اور نماز کو قایم کریں اور زکوٰۃ دیتے رہیں۔ اور یہی دین سیدھا ہے) یعنی راستی والی ملت کا دین ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَ الْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ۝

(یقیناً جن لوگون نے کفر کیا اہل کتاب اور مشرکین میں سے وہ دوزخ کی آگ میں ہونگے وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے وہی تمام مخلوقات میں سب سے برے اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے وہ بامخلوقات میں سب سے اچھے ہیں۔)

اور نافع کی قرآت میں (لفظ البریۃ) ہمزہ کے ساتھ ہے یعنی (البریئۃ) اور دیگر قرار کے پاس تخفیف ہمزۂ اور نبی و بریّۃ اون الفاظ میں سے ہیں جن کا استعمال تخفیف ہمزہ ہوتا ہے۔ اوراس کی اصلیت متروک ہے۔

جَزَآؤُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ

(اون کی جزا اونکے رب کے پاس باغات ہیں پائیدار) جوکہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ

(اون کے نیچے سے نہرین بہتی ہونگی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اللہ اُن سے راضی ہوگا) اون کے اعمال کے مقبول ہونیکی وجہ سے۔

وَ رَضُوْا عَنْهُ

(اور وہ بھی اوس سے راضی ہونگے) ثواب اعمال کی بدولت۔

ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ

(وہ) یعنی خوشنودی اور رضامندی

(اور اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے) اور خیر البریئة کا ارشاد اسی جانب رہنمائی کرتا ہے کہ بشر ملائکہ سے بھی افضل ہیں۔ اس لئے کہ بریئة کے معنی مخلوق کے ہیں یہ لفظ براء الله * الخلق سے مشتق ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ بِرٌ (احسان) سے مشتق ہے یا بَرٌ (سے مشتق ہوگا) اور وہ مٹی (خشکی) ہے۔ لیکن زجاج کا یہ کہنا کہ اگر یہ اقوال درست ہوتے تو البریئة کو قراء ہمزہ کے ساتھ نہ پڑھتے واللہ اعلم فقط

(یوسف قادری)

۷۸۶

معجزہ (۸۷)

بیہقی نے دلائل النبوۃ اور ابن عبد البر نے استیعاب میں ام عاصم زوجہ عتبہ بن فرقد سے روایت کی ہے کہ ہم عتبہ بن فرقد کی چار بیویاں تھیں اور ہم اچھی اچھی خوشبوئیں لگاتی تھیں مگر عتبہ کے بدن میں ایسی بہترین خوشبو ہوتی تھی کہ ہم سب کی خوشبوؤں سے بہتر ہوتی تھی۔ ایک دن ہم نے عتبہ سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ میری بیماری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف فرمائی کی اور اپنے سامنے مجھے بٹھا کر میرے کپڑے اتروائے اور لعاب دہن شریف کو دونوں ہتھیلیوں میں مل کر میرے پیٹ پیٹھ پر ہاتھ پھیرے۔

سبحان اللہ کیا برکت آب دہن اور کف مبارک کی تھی کہ عمر بھر عتبہ کے جسم میں یکسانیت کے ساتھ خوشبو موجود رہی اور ہم بیویاں بہترین عطریات سے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔"

معجزہ (۸۸)

بخاری شریف میں براء بن عازب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ابو رافع کے قتل کے لئے بھیجا۔ انہیں کی جماعت میں سے عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت [illegible]

بحالتِ نیند اوس کو قتل کر ڈالا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے تلوار اس کے پیٹ پر رکھ کر زور کیا یہانتک کہ وہ اس کی پیٹھ تک پار ہوگئی۔ تب میں یہ سمجھ کر کہ اب میں نے اوس کو بلاشبہ قتل کر چکا۔ قلعہ کے دروازے کھولتا ہوا وہاں سے نکلا اور ایک زینہ سے اتر رہا تھا کہ پاؤں پھسل کر گر گیا اور میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اُسی وقت میں نے اپنی پگڑی سے زخم کو کس دیا اور لنگڑاتا ہوا اپنے ساتھیوں میں جا ملا۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سب حال عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے پھیلایا۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے میرے زخم پر مسح فرمایا۔ اور اُسی وقت میں بالکل اچھا ہو گیا۔ جسطرح کہ زخمی ہونے سے پہلے تھا انتہی۔

ابو رافع کے قتل کا مفصل واقعہ یہ ہے کہ ابو رافع ملک حجاز کا ایک سوداگر تھا اور گڑہی میں رہتا تھا اور ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیفیں دیتا۔ اور آپؐ کے دشمنوں کی مدد کرتا رہتا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصاریوںؓ کو بسر کردگی عبداللہؓ بن عتیک اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا۔ یہ جماعت بعد غروب آفتاب ابو رافع کی گڑہی کے پاس پہنچ گئی۔ عبداللہ ابن عتیک سردار جماعت نے اپنے گروہ سے کہا کہ تم یہاں ٹھیر جاؤ۔ میں کسی طرح گڑہی میں داخل ہو جاؤنگا۔ یہ کہکر عبداللہ بن عتیک گڑہی کے دروازے کے پاس پہنچ گئے اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ اپنے گدھے کی تلاش میں چراغ لیکر گڑہی سے باہر نکل رہے ہیں۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ لوگ مجھے شناخت نہ کرلیں لیکن میں نے بھی یہ ہوشیاری کی کہ اپنا سر جھکائے بیٹھ گیا جس طرح کہ قضاء حاجت کے لئے بیٹھا کرتے ہیں۔ وہ لوگ اپنا گدھا تلاش کرکے واپس داخل گڑہی ہو گئے تو دربان نے مجھے بھی اپنوں میں کا ایک آدمی سمجھ کر پکارنے لگا کہ اے بندۂ خدا اگر آتا ہے تو جلد ہی آجا ورنہ میں دروازہ بند کر دونگا۔" پس یہ سنتے ہی میں فوراً داخل گڑہی ہو گیا اور ایک گدھے کے تھان میں چھپ رہا۔ دربان نے گڑہی کا دروازہ بند کر دیا

اور کونجیاں ایک کھونٹی سے لگا کے سو رہا۔"

ابو رافع کے قیام گاہ میں میں نے دیکھا کہ اس کے مصاحبین جمع ہیں اور گپ شپ میں مصروف ہیں جب رات زیادہ گذری تو وہ لوگ اپنی اپنی جگہ آرام کرنے کیلئے چلے گئے۔ اور ابو رافع بھی سو گیا۔ میں پھاٹک کے پاس گیا اور کھونٹی سے کونجیاں لے کر پھاٹک کھول دیا تاکہ وقتِ ضرورت گڑھی سے نکل جانے میں سہولت ہو مختصر یہ کہ میں ابو رافع کے کمرہ تک پہنچ گیا۔ کمرہ میں اندھیرا تھا اور وہ اپنے اہل و عیال میں سو رہا تھا۔ لیکن میں سب سوتے والوں میں ٹھیک طور پر ابو رافع کو تمیز نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے میں نے پکارا کہ "اے ابو رافع" اوس نے جواب دیا کہ "کون" میں نے اس کے آواز ہی پر تلوار چلائی۔ لیکن تلوار نے کچھ کام نہ کیا اور وار قطع گیا وہ چلایا۔ میں وہاں سے ذرا ہٹ کر اور آواز بدل کر کہا کہ ابو رافع کیا ہے؟ اس نے یہ جان کر کہ اپنا ہی کوئی آدمی ہے۔ کہنے لگا کہ "تمہاری خرابی ہو ابھی کسی نے مجھ پر تلوار کا وار چلایا تھا"

بس اتنا کہنا ہی تھا کہ میں نے اس کی اس آواز پر دوسرا ایسا وار کیا کہ وہ پھر کچھ بول نہ سکا۔ تاہم اطمینان کے لئے میں نے تلوار اس کے پیٹ میں ایسی چبھودی کہ پیٹھ سے باہر نکل گئی۔ اور وہ بالکل بے حس و حرکت ہو گیا۔ اوس وقت مجھے اس کے قتل کا اطمینان ہوا اور میں واپس ہونے لگا چونکہ ایک زینہ پر سے راستہ طے کرنا پڑتا تھا جب کچھ سیڑھیں طے کر چکا تو یہ سمجھا کہ اب کوئی سیڑھی نہیں ہے بلکہ زمین ہی ہو گی پاؤں بڑھا کر رکھدیا۔ لیکن ابھی اور سیڑھی باقی تھی اس لئے پاؤں پھسل کر گر گیا۔ اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ساتھ ہی اپنے عمامے کے کپڑے کو پھاڑ کر پٹی باندھ لیا۔ اور لنگڑاتے ہوئے اپنے ساتھیوں میں آ ملا۔

اور پھر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر قتل ابو رافع کی اطلاع اور پورے احوال کے ساتھ اپنے پاؤں کے ٹوٹنے کا واقعہ عرض کیا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "پاؤں پھیلاؤ" میں نے پھیلایا تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے پیر پر پھیرا۔ پھیرتے ہی میرا پاؤں بھلا چنگا ہو گیا جس طرح کہ پہلے تھا۔ انتہیٰ۔

سبحان اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں کیا برکت تھی کہ صرف دست گردانی ہی سے ٹوٹی ہوئی ہڈیوں والا پاؤں اوسی وقت اچھا ہو گیا۔ فقط (باقی آئندہ)

(یوسف قادری)

باب الفقہ

الطہارۃ (۱۰)

(بسلسلہ گذشتہ)

بارہویں چیز وضو کو توڑنیوالی مباشرت فاحشہ ہے یعنی مرد و عورت دونوں ننگے ہوکر بدن سے بدن ملائیں اور مرد کے آلت کو خیزی ہوکر عورت کی فرج کو چھوجائے۔ لیکن حضرت امام محمدؒ کے پاس مباشرت فاحشہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ عورت کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا مثلاً بوسہ لینا یا ان کے اور کسی حصہ کو چھونا۔ لیکن امام شافعیؒ کے پاس صرف ہتھیلی کی جانب سے چھونے میں وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر ہاتھ کی پشت کی طرف سے چھوئے تو اُن کے پاس بھی وضو نہیں ٹوٹتا امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے پاس شہوت کے سبب عورت کے چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ عورت بھی اسوقت شہوت میں ہو ورنہ نہیں۔ اس بارہ میں امام شافعیؒ کی یہ حجت ہے کہ ابن الجوزیؒ نے معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ ایکدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے اپنی بیوی سے جماع کے سوا سب کچھ کیا یعنی بوسہ لینا وغیرہ تو آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تو وضو کر اچھا وضو اور پھر دو رکعت نماز پڑھ۔ پس اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

احناف کا یہ قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کو جو وضو اور نماز پڑھنے کی ہدایت فرمائی وہ محض بطور استغفار تھا۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے نماز پڑھنے کیلئے بھی کہا حالانکہ عورت کو چھونے سے کچھ نماز تو واجب نہیں ہے۔ پھر آپ کا نماز کا حکم دینا کیا معنی؟ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اُس شخص کا یہ کہنا کہ سوا جماع کے سب کچھ کیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ اُسنے مباشرت فاحشہ بھی کی ہو یعنی آلت کو فرج سے چھوایا ہو۔ پس ایسی صورت میں تو ہمارے پاس بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اِس دلیل سے تو مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ بیشک آنحضرت صلعم کا اُس شخص کو اس موقع میں نماز وضو کی ہدایت فرمانا محض صفائی و استغفار پر مبنی تھا ورنہ صرف وضو کا حکم دیا جاتا۔ نماز کی ضرورت تھی۔

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے اور میں آپ کے سامنے چت لیٹی تھی جب آپؐ سجدہ فرماتے تو پہلے میرے پیر کو دبادیتے اور میں اپنے پیر کو ہٹالیتی تھی"۔ ایک روایت میں ہے اُس رات گھروں میں چراغ نہ تھا۔

دوسری حدیث بخاری میں حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ ایک رات آنحضرتؐ کو میں بستر پر نہ پائی تو بازو ٹٹول کر دیکھی ہاتھ میرا آپؐ کے پیر مبارک کو لگا۔ اسوقت آپ سجدہ میں تھے اور یہ فرمارہے تھے کہ پناہ مانگتا ہوں میں تیرے غصے سے اور تیری رضا میں رہنا چاہتا ہوں (آخر حدیث تک)۔ اور بخاری میں آپ ہی بی بی صاحبہ رضؓ سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں: میں آنحضرتؐ کی کنگھی کرتی تھی اور اس حالت میں کہ آپ معتکف رہتے تھے"۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپ مسجد میں معتکف ہونگے کیونکہ اعتکاف مسجد میں بیٹھا جاتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب آپ معتکف تھے تو ضرور ہے کہ باوضو بھی رہے۔ ورنہ حدیث میں نہیں ہے کہ آپکی کنگھی کے بعد آپ نے وضو فرمایا ہو۔

اور ایک حدیث بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ

میں حائضہ تھی اور آنحضرتؐ میری گود میں تشریف فرما تھے اور قرآن شریف پڑھتے تھے۔"

احادیثِ شریفیہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں وفات پائی۔" تو ظاہر ہے کہ آپ جو ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے تو ضروری وفات شریف کے وقت بھی باوضو ہونگے۔ جب عورت کے چھونے سے وضو ٹوٹ جانیوالا ہوتا تو آنحضرتؐ کبھی اس بات کو پسند نہ فرماتے کہ بی بی صاحبہ ہاتھ سے ٹٹول کر چھوئیں۔ ورنہ آپ بے وضو ہی سجدہ میں رہتے۔ اور بی بی صاحبہ حائضہ رہتیں اور آپ اونکی گود میں تشریف رکھکر قرآن پاک کی تلاوت فرماتے۔" اور اسی طرح وفات شریف بھی آپؐ کی کیا بے وضوی ہوئی ہوگی۔ جبکہ آپ نے بی بی صاحبہ کی گود میں فرمائی بس ان دلائل قویہ سے ثابت ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ بوسہ و معانقہ سے۔

ایسی احادیث بھی وارد ہوئی ہیں جو عورت کو چھونے اور بوسہ کے لینے سے وضو ٹوٹ جانیکی نسبت ہیں۔ مثلاً دارقطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ عورت کا بوسہ لینا چھونے میں داخل ہے اس لئے وضو کرو۔" اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابی عبیدہ سے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے جو عورت کا بوسہ لے اوسکا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔" لیکن ابو عبیدہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بات نہیں سنی۔ اور امام مالکؒ نے اس حدیث کو اپنی موطا میں بغیر اسناد کے درج فرمایا ہے۔ ان احادیث کے جواب میں احناف احادیثِ ذیل پیش کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنی بعض بی بیوں کا بوسہ لیا اور نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے لیکن وضو نہیں فرمایا۔" یہ روایت بزار نے بسند حسن لکھا ہے اور اس حدیث کو ترمذی۔ ابوداؤد۔ اور ابن ماجہ نے بھی

حضرت عائشہ سے روایت کی ہے۔

بہرحال اب ہم اُن دلائل کو ختم کرتے ہیں اور سب اختلافی صورتیں بتلا دیگئی ہیں تاکہ ناظرین ارشاد کے فقہی معلومات بڑھیں اور ہر ایک مسئلہ کی حقیقت و اصلیت سے واقف رہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت اپنی بی بیوں سے بہت مخالطت فرماتے تھے۔ اور ازواج مطہرات کو اس بات کی بڑی حرص تھی کہ مسئلہ بیان کریں اور حق یہ ہے کہ ازواج مطہرات اور خصوصًا بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا و عنہم نے امت کی بی بیوں پر بڑا ہی احسان فرمایا ہے کہ جو مسائل کہ عورتوں سے متعلق ہیں سب ان ہی مقدس ہستیوں کے اظہار مسئلہ کی بناء پر مستنبط ہوئے اللہ تعالےٰ تمام امت کی عورتوں و مردوں کی جانب سے انکو جزا خیر دے آمین۔

ایک آخری اعتراض رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۤءَ فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا ؕ یعنی اگر تم عورتوں کو چھوؤ اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کر کے پاک ہو جاؤ۔ اِس آیتہ سے بظاہر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر یہ یاد رہے کہ سب ائمہ کا یہ مسلمہ و متفقہ مسئلہ ہے کہ یہاں لمس سے مراد چھونا نہیں ہے بلکہ جماع ہے۔

ذکر کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔ کیونکہ نسائی، ترمذی اور ابو داؤد نے طلق بن علی سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم سے سوال کیا گیا کہ کیا ذکر کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "نہیں وہ تو جسم میں کا ایک ٹکڑا ہے"۔

ابن حبان اپنی صحیح میں اور ابن ابی شیبہ نے بھی اپنی اپنی حدیث کی کتابوں میں اس حدیث کو صحیح تر تبلایا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کے پاس ذکر اور فرج دونوں کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ دلیل ان کی اس حدیث پر ہے کہ ابو داؤد ترمذی و نسائی

نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بُسرہ بنت صفوان سے فرمایا کہ "جو کوئی اپنے ذکر کو چھوئے اُسپر لازم ہے کہ وضو کرے"۔ اور حدیث کو ترمذی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ بخاری، امام احمدؒ۔ دارقطنی نے بھی اس حدیث کی صحت تسلیم کی ہے۔

اُوپر جو حدیث ذکر کو چھونے سے وضو نہ ٹوٹنے کے بارہ میں بیان کیگئی ہے اوسکے راوی کے بارہ میں حضرت امام بخاری کے اُستاد علی بن المدینی نے بھی یہ کہا ہے کہ بُسرہ بنتِ صفوان کی روایت سے ہمارے پاس طلق کی روایت زیادہ معتبر ہے۔ طحاوی ؒ بھی طلق کی روایتوں کو زیادہ معتبر سمجھتے ہیں بعض نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ لیکن احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔ چنانچہ علی بن عبدالمدینیؒ عمرو فلاس ؒ طبرانی ؒ۔ ابن حبان ؒ۔ ابن حزم ؒ۔ امام طحاوی ؒ اور خود ترمذی نے بھی اس حدیث کو جب صحیح کہا ہے تو پھر کسی طرح ضعیف کا احتمال باقی نہیں رہتا ہے۔

اس کے علاوہ حجت کے لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال پر نظر ڈالنا چاہئے۔ کیونکہ اون کے اقوال و اعمال نمونے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے"۔ چنانچہ امام طحاویؒ نے حضرت علیؓ۔ سعد۔ ابن مسعود۔ حسن بصری۔ وغیرہم سے ایسی ہی روایتیں کی ہیں کہ لمس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ عمار۔ حذیفہ۔ سعید ابن المسیب۔ عطا۔ عکرمہ۔ اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت امام محمدؒ اپنی موطا میں اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ اور حذیفہ اور عمران ابن حصین سے روایت کی ہے کہ ان بہوں نے یہ کہا ہے کہ "ذکر کو چھونا اور ناک کو چھونا برابر ہے کہ جسطرح اعضاء انسانی سے ناک ایک ٹکڑا ہے اسی طرح ذکر بھی ایک ٹکڑا ہے"۔

امام محمد رحمہ اللہ سے ایک شخص نے پوچھا یا محمد اگر کوئی اپنی فرج کو

چھوئے تو کیا اس کے لئے وضو ہے تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ اگر تو نجس جانتا ہے تو اس کو کاٹ ڈال اپنے جسم سے۔" اس کے علاوہ اور بہت احادیث ہیں جو ذکر کو چھونے سے وضو نہ ٹوٹنے پر دال ہیں۔"

اور حضرت امام شافعیؒ کا قول اس بارے میں مانند قول عمرؓ ابن الخطابؓ۔ ابو ایوبؓ۔ زیدؓ ابن خالدؓ۔ ابو ہریرہؓ۔ عبداللہؓ ابن عمرؓ۔ عمروؓ بن العاص۔ جابرؓ۔ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے ان ہی صحابہ کرام کی اقوال پر شافعیوں کے پاس ذکر کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

اور احناف کے ہاں ان اصحابؓ کرام اور احادیث کی بنا پر ذکر کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جن جن کے نام نامی اوپر تفصیل سے ظاہر کر دیے گئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ فقط

اب ہم انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ نمبر سے غسل کے احکام لکھیں گے۔

وَمَا توفیقی اِلّا بِاللہِ العلی العظیم۔

یوسف قادری

۸۶/۹۲

تبلیغ اسلام

(از جناب مولانا غلام حسین صاحب آفاق
معتمد انجمن اسلامیہ پر منیڈہ

نمبر (۲)

حضرات! کیا مسلمانوں سے واقعی اس امر کے بیان کرنیکی ضرورت ہے کہ تبلیغ کیا ہے؟ بھلا کیا یہ حقیقت ناقابل انکار نہیں ہے کہ تبلیغ کو اسلام سے وہی نسبت ہے جو خوشبو کو گلاب سے اگر گلاب کی فطرت ہے کہ اس کی مہک پھیلے تو یقیناً اسلام کی فطرت اس امر کی متقاضی ہے کہ اسکا پیغام تمام دنیا کو پہنچے ہمارے آقا و مولیٰ ہادی برحق۔ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ (روحی لہ الفداہ) صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر تاکید سے فرمایا گیا کہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پہنچا دو جو تمہاری طرف اترا ہے ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ایک اور حکم صادر ہے وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ۔ اور باری تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ۔ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (پ ۲۷ الذاریات ع ۳) اور (اے حبیب) سمجھاتے رہیے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دیگا۔ حضرت ابو امامہ کی ایک حدیث ہے جس کا ماحصل

یہ ہے کہ ایماندار آدمی کی نشانی یہ ہے کہ اُسے دین اور نصیحت کی باتیں اچھی لگتی ہیں۔ اور جو باتیں کہ دین میں منع ہیں اُس سے اوس کا دل گھبراتا ہے تو اللہ کے رسولؐ سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو ایماندار ہیں یہ حدیث گو آیات مذکورہ بالا کی تفسیر ہے اللہ نے اپنے ذکر اور نصیحت کو اپنے بندوں پر نہایت آسان فرما دیا ہے۔ اس میں کوئی دقت۔ کوئی دشواری اور تکلیف نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ (پارہ ۲۷۔ القمر ع) اور ہم نے آسان کر دیا قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے۔ سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ہے۔ مسلمانوں کا تو یہ فرض ہے کہ وہ قرآن حکیم کی تعلیم سے نصیحت حاصل کر کے تمام قوموں اور عالم کے واسطے ناصح ہوتے مگر حال اس کے برعکس ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارِ تبلیغ کا ارشاد ہوتا ہے کہ يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (پ ۲۹ المدثر ع) اے پیغمبر جو چادر لپیٹے پڑے ہو اٹھو اور لوگوں کو عذاب سے ڈراؤ اور اپنے رب کی بزرگی بیان کرو۔ اسلام کے مبلغ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کے صادر ہونیکے بعد دعوت و تبلیغ کی ابتداء فرمائی اور حق پسندوں نے اس دعوت کی صداقت پر لبیک کہا۔ پھر اس تبلیغ کے دائرہ کی وسعت بھی بیان فرما دی گئی اور حضورؐ کو ارشاد ہوا کہ آپؐ یوں ارشاد فرمائے کہ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۝ اے لوگو میں خدا کا رسولؐ ہوں تم سب کیطرف۔ وَقَالَ تَعَالٰى۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اُتارا قرآن اپنے بندے پر کہ ڈر سنانیوالا ہو سارے جہان کو خود حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً میں تمام مخلوق الہیٰ کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اخرجہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس پر یہ بھی صراحت فرما دی کہ کافۃً

لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا۔ اور اس سے بھی زیادہ وضاحت اس طرح کر دی گئی کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ پس ثابت ہوا کہ حضورؐ کو دعوت اسلام کا حکم ملا۔ اور وہ دعوت تمام نوع انسان کے لئے ہے اسی دعوتِ الی الحق کو تمام مومنین کے فرائض میں داخل کیا گیا۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ تفسیر خازن میں آیۃ کریمۃ مذکورہ کی تفسیر میں ہے۔ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ هٰذَا كَلَامٌ مُسْتَانِفٌ وَالمقصود منه بيان علة تلك الخيرة وكونهم خير امة كما تقول زيد كريم يطعم الناس ويكسوهم ويقوم بمصالحهم والمعروف هو التوحيد والمنكر هو الشرك والمعنى تامرون الناس بقول لا اله الا الله وتنهون عن الشرك یعنی ارشاد باری تعالیٰ تَاْمُرُوْنَ بالمعروف الخ کلام ابتدائی ہے اور اس سے مقصود اس امت کے خیر الامم ہونے کی علت اور سبب کا بیان کرنا ہے جیسا کہ تم کہتے ہو کہ زید کریم ہے اس لئے کہ لوگوں کو کھانا کھلاتا اور کپڑے پہناتا اور ان کے حوائج و مصالح کا تکفل کرتا ہے اور معروف سے مراد توحید اور منکر سے مراد شرک ہے اور معنی آیۃ کریمہ کے یہ ہیں کہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ حکم کرتے ہو لوگوں کو (لا الٰہ الا اللہ) کہنے کا اور روکتے ہو انہیں شرک سے"۔

ایسے ہی ارشادات کی تعمیل میں ہمارے اسلاف کرام کا ایک ایک فرد بجائے خود مبلغ اسلام بنا ہوا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی صادر ہے کہ بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً (میری جانب سے زیادہ نہیں تو ایک آیت ہی پہنچا دیا کرو)۔

میں نے یہ چند ارشادات قرآن کریم و حدیث شریف سے جو تعلیم تبلیغ

بہت کافی ہیں اس سے زیادہ حوالوں کی ضرورت نہیں۔ اگر چاند کو یہ بتانا ضروری ہے کہ تیرا چمکنا ضروری ہے۔ اور اگر سورج کو اس امر کے یاد دلانیکی حاجت ہے کہ ضیا باری تیری فطرت ہے۔ تو مسلمانوں سے بھی یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ تبلیغ تمہاری فطرت ہے اس لئے تبلیغ تمہارا فرض ہے۔ ہماری شامتِ اعمال کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آج تبلیغ کے فرض کا کوئی احساس نہیں رکھتے اور اس فرض کا احساس کرانے کیلئے جلسوں اور کانفرنسوں۔ نظموں اور تقریروں کی ضرورت سمجھی گئی۔ گویا ہماری کایا پلٹ ہوگئی ہے۔ قلب ماہیت کی یہ حد ہوگئی ہے کہ ہم کو فرائض تبلیغ یاد دلانے کے لئے بھی کوئی ناصح مشفق آنا چاہیئے۔ اللہ اکبر۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ:-

قدمائے مسلمین کی تبلیغ

قرنِ اولیٰ کے مسلمانوں نے تبلیغ اسلام کے فرض کو بہترین طریقہ سے انجام دیا۔ وہ دنیا کے ہر ایک گوشہ میں توحید کا پیغام لیکر پہنچے جو ممالک سرزمین عرب سے متصل تھے صرف اونہیں تک فیض اسلام محدود نہیں رہا۔ بلکہ ایران و ترکستان۔ چین و ہندوستان۔ جاوا و ملایا۔ یورپ و افریقہ۔ اور ایشیا کے دیگر حصوں تک پیغام توحید نہایت تیزی کے ساتھ پہنچگیا۔

جو لوگ مذہب اسلام سے بغض و عناد رکھنے والے ہیں وہ اس مقدس دین کی اشاعت و ترقی دیکھ کر حیران و پریشان ہیں اور اونکا غیظ و حسد اونکو جھوٹ بولنے پر مجبور کرتا ہے اور وہ اپنے جلتے دل کو ٹھنڈا کرنیکی کوشش یہ لکھ کر کرتے ہیں کہ اسلام تو تلوار[1] کے زور سے پھیلا ہے۔ لیکن تاریخ کے واقعات کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ اِس جھوٹے الزام پر جب کبھی تاریخ کی روشنی پڑتی گئی ہے تو

---

[1] اسلام اور تلوار پر ناظرین ارشاد کے لئے انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ کسی اشاعت میں ایک مستقل مضمون عرض کروں گا۔

اونکا کذب صاف طور پر نمایاں ہوگیا۔ غور کا مقام ہے کہ ملک چین میں مسلمانوں کی سلطنت کس دن ہوئی تھی۔ پھر وہاں جو آج پانچ کروڑ مسلمان آباد ہیں وہ کیونکر مسلمان ہوگئے۔ روس کے مسلمانوں میں کب حکومت ہوئی تھی وہاں کروڑوں مسلمان کہاں سے آگئے۔ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا چراغ گل ہونیکے بعد مسلمانوں کی تعداد تقریباً دوگنی کیونکر ہوگئی۔ افریقہ میں اسلام جس سرعت کے ساتھ ترقی کررہا ہے وہ کونسی تلوار کا نتیجہ ہے:۔

جس قوم کے لوگوں نے اس الزام کو تصنیف کیا تھا۔ اسی قوم کے منصف مزاج اور حق پسند لوگوں نے خود ہی تاریخی تحقیقات سے اس الزام کو بے بنیاد ثابت کردیا ہے (پروفیسر آرنلڈ) کی مشہور تصنیف (پریچنگ آف اسلام) نے ایسے پادریوں کو ہمیشہ کے لئے دندان شکن جواب دیدیا ہے کہ وہ دین قدیم جس کی کتاب مقدس میں لَآ اِکْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ارشاد ہوا ہے اس سے بالاتر ہے کہ اسکو تلوار کی تیز دھار کے خوف سے منوایا جائے۔ اس دین مقدس کی حقانیت خود ایک شمشیر بے سپر ہے کہ باطل کی گردن اس کے آگے خودبخود لٹک کر رہ جاتی ہے۔

ہندوستان اور تبلیغ

ہندوستان میں جن مقدس لوگوں نے تبلیغ اسلام کا پاکیزہ کام انجام دیا اون کی فہرست طولانی ہے۔ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ہندوستان کے مبلغین اسلام کے سرتاج تھے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اجودہنی قدس سرہ کے تبلیغی کارنامے خصوصیت سے یادگار تاریخ ہیں۔ مغربی پنجاب میں اس وقت قومیں کی قومیں آباد ہیں جو بفخر بیان کرتی ہیں کہ ہم کو حضرت بابا صاحب نے مشرف باسلام کیا۔ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب سبحانی قدس سرہ کے کثیر التعداد خلفاء اطراف ملک ہند میں ہدایت خلق اللہ کیلئے متعینات ہوکر تشریف لیگئے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہ کے فیوض باطنی کی

جنوبی ہندوستان میں آفتاب اسلام کی ضیا پاشیاں ہوئیں۔ الغرض یہ مقدس گروہ کلمۃ الحق کی نشر و اشاعت اور خلق خدا کی رشد و ہدایت کے کام میں ہمہ تن مشغول تھے دنیا کے عیش و آرام پر لات مارتے تھے۔ دور دراز سفر کرتے تھے شدائد و مصائب سہتے تھے۔ لیکن جہاں جاتے تھے ایک شمع ہدایت روشن کر دیتے تھے جس سے کفر و شرک کی ظلمت دور اور اللہ تعالیٰ کی سرزمین نور توحید سے معمور ہو جاتی تھی

حضرات علماء و مشائخین کی بے توجہی

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مبلغین اسلام کے اس مقدس گروہ نے جو شاندار کام کیا اس کے استحکام و توسیع کی طرف اون کے جانشینوں نے کافی توجہ نہیں کی۔ جس طرح تیمور اور بابر نے سلطنت مغلیہ کی بنیاد ڈالی رفتہ رفتہ وہ سلطنت بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اورنگ زیب نے اس سلطنت کو انتہائے عروج پہنچایا۔ لیکن اوس کے کمزور اور عیش پسند جانشین اوس کو سنبھال نہ سکے۔ اسیطرح اس مقدس گروہ صوفیا کے ہر ایک فرد نے اپنی اپنی ولایت میں ایک روحانی سلطنت قایم کی۔ کچھ عرصہ تک اون کے جانشینوں میں شاہجہان و اورنگ زیب پیدا ہوتے رہے لیکن محمد شاہ رنگیلے اور نام نہاد بادشاہ پیدا ہونے لگے۔ اور نتیجہ ہوا کہ اوس روحانی سلطنت کی توسیع ہو سکی اور نہ استحکام۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سمجھ میں نہیں آتا کہ آج اطراف و جوانب ہند میں عموماً۔ اور جنوبی ہندوستان میں خصوصاً ایسی کثیر التعداد قومیں کیوں نظر آرہی ہیں جو خود کو مسلمان کہتی ہیں لیکن ان میں اسلام کی خو بو مطلق نہیں۔ نام دیکھو تو ہندوؤں کے سے۔ شکلیں۔ اور صورتیں۔ اور معاشرت ہندوؤں کی سی۔ جہالت کا یہ عالم کہ کلمہ تک نہیں جانتے۔ کفر و شرک کے رسوم میں گرفتار بعض بت پرستی میں بھی مبتلا۔

علماء دین ان کی تعلیم و اصلاح تو کیا کرتے ان کے وجود کا بھی علم نہیں رکھتے اور مشائخین کو ان کی ہستی سے بھی آگاہی نہیں۔ عقل حیران ہے کہ گروہ علماء

ومشائخ سے کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر کے مصداق یہی حضرات ہیں ۔ اسقدر غفلت کیونکر سرزد ہوئی ۔ میرا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ میں خدانخواستہ حضرات علماء ومشائخ کی توہین یا دل آزاری کرنا چاہتا ہوں اون دونوں گروہوں میں جن حضرات کی خدمت میں مجھ کو نیاز حاصل ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مجھ کو ان دونوں مقدس گروہوں سے کس قدر گہری عقیدت ہے ۔ اس لئے ان کی توہین کا مرتکب ہونا میرے لئے ممکن نہیں لیکن مسلمانوں کی موجودہ دینی اور اخلاقی کمزوری کو دیکھتے ہوئے اس کے اسباب پر غور کرنا ضروری ہے ۔ جبتک اسباب معلوم نہ ہوں مرض کا کوئی صحیح علاج نہیں ہوسکتا ان اسباب میں سب سے زیادہ مؤثر سبب حضرات علماء ومشائخ کی بے توجہی ہے ۔ اس لئے اس سبب کو صاف ظاہر کردینا محض ایک واقعہ کا بیان کردینا ہے مجھ کو حضرات علماء ومشائخ کے علاوہ باقی قوم کی غفلت کا بھی ذکر کرنا ہے اور قوم سے میں کسی طرح الگ نہیں ہوں ۔ پس اگر توہین ہے تو سب کی ہے ورنہ کسی کی بھی نہیں ۔

ہندوستان میں تعلیم اور اصلاح مسلمین

ہندوستان میں تعلیم اور اصلاح مسلمین کا کام صدیوں سے بند ہے مدارس اسلامیہ تعداد میں اسقدر کم ہیں کہ ہندوستان جیسے براعظم کے لئے یہ قلت تعداد بیحد شرمناک ہے خصوصاً علاقہ دکن میں دینی ومذہبی مدارس کی از حد کمی ہے جو مدارس ہیں بھی تو وہ مسلمانوں کی جہالت ۔ بے توجہی ۔ اور بے حسی ۔ کیوجہ سے نہایت کمزور حالت میں ہیں ۔

طبقۂ امراء سے علم دین کا شوق اٹھ گیا ہے ۔ اس لئے ان مدارس میں جو طلبہ تعلیم کے لئے داخل ہوتے ہیں وہ عموماً طبقۂ غرباء سے تعلق رکھتے ہیں ۔ دین کا شوق اکثر غرباء کو ہی ہے یہ طلبہ ان مدارس میں مفت تعلیم پاتے ہیں اور اکثر حالات میں ان کی

روٹیوں پر گذارہ کرتے ہیں۔ اس تربیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں عالی نظری اخلاقی جرأت۔ اور اظہار حق کی بے باکانہ ہمت پیدا نہیں ہوتی۔ خدا خدا کر کے دستار فضیلت بندھتی ہے اور سند فراغت ملتی ہے تو اون کو سب سے پہلے روٹی کی فکر دامن گیر ہوتی ہے کوئی مدرسی تلاش کرتا ہے تو کوئی وعظ گوئی اس غرض سے اختیار کرتا ہے کہ پیسے کمائے۔ کوئی اختلافی مسائل کی بحث اس لئے رٹتا ہے کہ شہروں اور قصبوں میں خاص خاص فرقوں کا سرگروہ بن کر معاش پیدا کرے خال خال کوئی بندہ خدا ہوتا ہے کہ عالم باعمل اور صاحب زہد و تقوے بن کر لوگوں کی ہدایت کو اپنا پیشہ بناتا ہے۔ لیکن ایک قاعدہ سب پر صادق آتا ہے کہ سب کے سب شہروں اور قصبوں ہی میں کھپ جاتے ہیں۔ دیہات کی روکھی سوکھی روٹی اور موٹا جھوٹا کپڑا کسی کو شاذونادر ہی پسند آتا ہو۔

امرا کی غفلت

میں اوپر عرض کر آیا ہوں کہ دینی مدارس کی تعداد نہایت کم ہے اور عموماً دینی مدارس نہایت کمزور حالت میں ہیں۔ مگر اسکا سبب کیا ہے؟ اسکا سبب امرا۔ اور ذی استطاعت لوگوں کی دین کی طرف سے بے توجہی و بے پرواہی ہے۔

شرم کی بات ہے کہ خدا کی دی ہوئی دولت نام و نمود کے لئے خرچ کیجائے۔ بیاہ و شادی میں بے دریغ لٹائی جائے۔ رنڈیاں۔ اور قوال کھائیں جاہ طلبی کے لئے اڑائی جائے۔ مقدمہ بازی میں غارت ہو۔ اور سینکڑوں ناجائز بلکہ شرمناک طریقوں سے تباہ کی جائے۔ مگر دین کی تعلیم و ترویج کے کام نہ آئے۔ اگر ہمارے امراء اور کچھ نہ کریں تو صرف شرعی زکوۃ ہی پابندی سے نکال کر مذہبی اور دینی کاموں کے لئے کسی معتبر اسلامی جماعت۔ یا انجمن یا کسی خوش نظم مدرسۂ اسلامیہ۔ یا کسی تبلیغی اور علمی و دینی مذہبی اور اصلاحی ماہوار رسالہ کو دیا کریں

(اس موقع پر میں تمام مسلمانوں کو اور خصوصاً ناظرین ارشاد کی توجہ نور ارشاد کی طرف معطوف و منبذول کرانا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے اس دینی رفیق کے ارتقا و بقا کے لئے ہر طرح مدد و معاون ہونگے) تو تعلیم و اصلاح مسلمین کا کام نہایت قوت کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ مگر ان صاحبوں سے یہ بھی نہیں ہو سکتا مصیبت یہ ہے کہ ارباب دولت میں سے جو حضرات خیرات کرتے ہیں۔ وہ عموماً بے تکی اور لایعنی ہوتی ہے:

ایک صاحب کو کا خیر کرنیکا جوش اٹھتا ہے۔ محلہ میں چار مسجدیں پہلے سے موجود ہیں۔ اور مصلیوں کی قلت سے مسجدیں بے رونق ہیں۔ مگر وہ صاحب ضرور پانچویں مسجد اپنے محلہ میں بنائیں گے اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ چار مسجدوں کے نمازی پانچ مسجدوں پر تقسیم ہو کر پہلی چار مسجدوں کی آبادی بھی اور گھٹا دینگے۔ اس صورت میں یہ پانچویں مسجد بھی بے رونق رہیگی اللہ تبارک تعالی قوم کو سمجھ عطا فرمائے۔

قوم کی بے خبری

مصیبت پر مصیبت یہ ہے کہ قوم کو اس کی حالت سے آگاہ کرنے کا کوئی طریقہ موجود نہیں۔ پڑھے لکھوں کی یہ حالت ہے کہ اول تو اون کی تعداد کم ہے پھر جسقدر پڑھے لکھے لوگ ہیں اُن میں سے بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو دینی اور مذہبی مذاق صحیح سے بے بہرہ ہیں۔ ان کو دین سے محبت ہے نہ قوم سے دلچسپی۔ تاریخ سے وہ آگاہ نہیں۔ اخباروں۔ اور رسالوں کو وہ پڑھتے نہیں اور اگر بطریق مشغلہ پڑھتے بھی ہیں تو سرسری نظر سے اس لئے اون کو کچھ معلوم نہیں کہ قوم پر کیا گذر چکی ہے اور کیا گذر رہی ہے۔ جلسے منعقد کرو تو اون میں وہ نہیں آتے۔ اخباروں یا رسالوں میں کچھ لکھو تو وہ ابکی نظروں تک نہیں پہنچتا۔ اعلان شائع کرو۔ اشتہار چھاپو۔ کتابیں لکھو۔ غرض

سب طریقے عملاً بے اثر ثابت ہوتے ہیں۔ جب پڑھے لکھوں کی یہ حالت ہے تو ان پڑھ مسلمانوں کا شکوہ بے سود ہے۔ ان کی رہبری تو پڑھے لکھے ہی کر سکتے ہیں لیکن۔ ع

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

مسلمانوں سے خطاب

مسلمانو! خدارا اٹھو۔ ہوشیار ہو۔ خواب جمود و غفلت سے بیدار ہو۔ اپنے ماحول کو سمجھ کر غور کرو۔ تمہارا تبلیغ اور تحفظ اسلام سے بے خبر رہنا کیا نتیجہ پیدا کریگا۔ عالمِ اسباب میں آپکی موجودہ غفلت اور سہل انکاری کا صرف ایک نتیجہ ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ ہندوستان سے مسلمان بھی اسی طرح مٹ جائیں جسطرح مسلمان (اسپین) سے مٹ گئے۔ اور جسطرح قرطبہ میں آج قصر الحمرا مسلمانانِ (اندلس) کی عظمت رفتہ پر زبان حال سے نوحہ گری کر رہا ہے۔ خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ مگر آپکی موجودہ غفلتیں ببانگِ دُہل اعلان کر رہی ہیں کہ ہم تو ایسا ہی چاہتی ہیں۔ میں اس سے قبل بھی عرض کر چکا ہوں کہ تبلیغ و اشاعتِ اسلام مسلمانوں کا مذہبی اور قومی فرض ہے۔ اسلام کی بہبودی اور اسلام کی ترقی اسلام کی تبلیغ و اشاعت پر منحصر ہے۔ یہ فرض عظیم مسلمانوں کا جزو حیات ہے ہمکو چاہیے کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا ہر جگہ ایک باقاعدہ اور باضابطہ مستقل نظام قائم کریں۔ اور ہر مسلمان کے دل میں جذباتِ صادقہ۔ اور احساساتِ مذہبی۔ اصلاحِ مسلمین کا شوق۔ اور دینِ الٰہی کی سچی تڑپ پیدا ہو۔

مجھکو معاف فرمائے کہ میں نے تقریباً اوّل سے آخر تک قوم کی غفلت ہی کا رونا رویا ہے۔ مگر اس کے سوا کرتا بھی کیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے تو اس قصہ کو مختصر ہی کیا ہے

اندکے با تو بگفتم غمِ دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

میری اس قلیل تحریر میں مگر۔ القلیل یقضی الی الکثیر۔ میرا کوئی لفظ کسی بھائی۔ یا کسی بزرگ کو ناگوار معلوم ہو تو مجھ کو معاف فرمائیں میں اگر قوم کو غافل کہہ رہا ہوں تو میں خود بھی قوم میں شامل ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ہماری غفلتوں سے نجات دے اپنے احکام کی تعمیل اور اپنی رضا جوئی کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے کمزور ہاتھوں سے استحکام وحفاظتِ دین حق، و تبلیغ اسلام کی خدمت کرائے۔ فقط: آمین آمین ثم آمین ۔

اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَاءِ
والسَّلام علیٰ مَن اتبع الھُدیٰ

ذکر رسول ؐ

۷۸۶

(از جناب مولوی ابو احمد سید محمد صاحب مدرس مدرسہ فوقانیہ تاپیلی)

حضرات! آیا آیا وہ ماہِ مبارک جس میں قدرت نے اپنا آخری رسول مبعوث فرمایا۔ اگر ماہِ رمضان نزولِ قرآن اور عبادت صوم کی وجہ سے افضل۔ اگر ماہِ ذی الحجہ زیارت خانۂ کعبہ۔ عبادت حج۔ شرف سعادت گنبد خضرا کی وجہ سے اشرف اور عاشقانِ خدا کے لئے یادگار ہے اگر عشرہ کے دل ہلا دینے والے واقعات اور

سبط رسول جگر گوشۂ رسول کی شہادت بھی قابل ذکر ہے تو میں کہتا ہوں کہ
ربیع الاول میں نور اور اس مقدس نور کی تجلی کرۂ ارض پر چمکی جس کی بشارت
حضرت موسیٰؑ نے توراۃ اور حضرت عیسیٰؑ نے انجیل میں دی تھی۔ اگر میں یہ کہوں تو
مبالغہ نہ ہوگا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اور عالم کا ریزہ ریزہ اسی ذات اقدس کی
بدولت کتم عدم سے مرتبہ وجود میں آیا۔ (صلے اللہ علیہ وسلم) تو ایک آنیوالا
آنیوالا تھا بلکہ ضرورت تھی اس کے آنے سے پہلے سب کچھ موجود کر دیا جائے کیوں
اسلئے کہ فارغ البالی اور اطمینان کے ساتھ خدا کی عبادت کیجا سکے۔ سینکڑوں
نبی آئے اور چلے گئے ہزاروں رہبر اس تختۂ ارض پر آئے اور اپنا اپنا
کام اور اپنی اپنی خدمات انجام دیکر واپس چلے گئے کسی کی ہدایت مخصوص کسی کسی
سرزمین محدود تھی مگر ایک آنیوالا آیا اور ایک پاک ہستی غار حرا سے آئی اس کے
سپرد عالم کی ہدایت کیگئی۔ ایک صدر اعظم عالم کی مقدس زمین سے نکلا قوم کی
باگ ڈور دینے کے لئے اس کے متبرک ہاتھوں میں دیدی گئی (صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم)۔ جب خدا کے بندوں نے خدا کی زمین پر سرکشی کی اور نافرمانی کا پیمانہ
لبریز ہو گیا۔ اور خدا کی زمین کشت و خون سے لالہ زار بنی تو بڑے بڑے رہبر انکی
اصلاح کے واسطے آئے اور چاند اور تاروں کی طرح ان کا نور ہدایت چمکا مگر
ایک وہ وقت آیا کہ سرکشی اور ظلم و ستم اور نافرمانی انتہا کو پہنچی۔ حرام و حلال میں
کوئی امتیاز باقی نہ رہا۔ ماں اور بہن یکساں ہوگئیں۔ لڑکی کی پیدائش باعث
ذلت سمجھی جانے لگی۔ اور اس معصوم و بیگناہ کو زندہ درگور کرنا عدل اور عین عدل
سمجھا جانے لگا۔ حقیر اور نہایت حقیر باتوں پر جنگ و جدال اور ہزاروں جانیں
موت کے نذر ہونے لگیں۔ خصائل حمیدہ اور اعمال حسنہ پر عمل در کنار توحید و
ایمان بھی ان سے رخصت ہو گیا تھا۔ پرستش کے آتش فشاں پہاڑ نے گھر گھر
آگ اور سب کے دل جلا کر سیاہ کر دئے تھے۔ گویا انسانیت پر حیوانیت اور
روحانیت پر بہیمیت غالب۔ اور اس درجہ غالب۔ اور خواہشات نفسانی نے

ایسا اندھا اور بہرہ کر دیا تھا کہ کوئی حق بات سنتے اور کہنے والے کو دیوانہ اور مجنون بناتے تھے (وابتغوا اھوائھم لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل) نہ صرف اسی پر بس کئے بلکہ خاص خدا کے گھر میں (۳۶۰) بت پرستش کے لئے رکھ چھوڑے تھے اور قریب تھا کہ خدا کی زمین پر خدا کا نام لینے والا باقی نہ رہے اس سے زیادہ اور سرکشی کیا ہوگی ہاں دنیا کا بھی یہی قاعدہ ہے کہ جسوقت کوئی باغی استقدر تعدی کرتا ہے کہ اس کی فرعونیت واستبدادیت حد سے گذر جاتی ہے اور اس کے زہریلے اثرات پایہ تخت اور بارگاہ تک پہنچتے ہیں تو ایسے ناپاک افراد کی قلع وقمع اون کے تکبر و نخوت اور اصلاح حال کیلئے شاہ وقت ایک زبردست سپہ سالار اور وزیر سلطنت کو بھیجتا ہے۔ سنت اللہ بھی اسی طرح جاری ہے ہاں ہاں رات کی اندھیری نہیں نہیں جبکہ ضلالت اور گمراہی کے سیاہ اور خوب سیاہ بادلوں نے دنیا کو تیرہ و تاریک کر دیا اور اسقدر محیط ہوئی کہ نہ بھائی بھائی نظر آیا اور نہ ماں اور بہن میں امتیاز باقی رہا اور نہ بت خانہ اور اللہ کا گھر آنکھوں سے دیکھا تو چاند اور تارونکی روشنی ماند پڑگئی۔ اور یقیناً ایسے تیرہ و تاریک اور ظلمت کدہ وقت میں وہ روشنی ناکافی تھی تو خدائے غیور کی غیرت میں ایک حرکت ہوئی اور رحمت الٰہی جوش میں آئی۔ اس نے اپنی مخلوق کی رہبری کے واسطے ہدایت کا آفتاب فاران کی چوٹی سے طلوع کیا جس نے طلوع ہوکر سارے عالم کو ایسا منور اور روشن کر دیا کہ اپنی تیئیس سالہ نبوت کی قلیل مدت میں ہزاروں ہدایت کے نجوم اور بدر بنا دیئے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اوس روحانیت اور مجسم نور کے آتشین شیشہ کے سامنے جو سیاہ قلب بھی آیا وہ خدا کی محبت میں ایسا جلا۔ اور توحید کی آگ کے شعلے ایسے اٹھے کہ پھر کبھی بھی نہ بجھا اور اوس پر کچھ ایسا اسلامی رنگ چڑھا کہ پھر کبھی نہ اوترا (صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ) وہی لوگ جو چاہ ضلالت میں غرقاب

تھی۔ وہ آج اعمال حسنہ اور اخلاق معاملات میں ایسے کامل و مکمل انسان بنے کہ نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ دوسری قومیں بھی اون کی مدح سرائی میں گیت اور اون کی خدمات کی معترف ہیں۔ جنہوں نے بت بنا کر اللہ کے گھر میں رکھے تھے اُن ہی نے آکر توڑے جن کی عمر کفر و شرک میں گذری تھی وہ آج صحیح معنی میں نمونہ رسولؐ کے قوت بنے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان غنی حضرت علی رضی اللہ عنہم و دیگر صحابہ کرام کے کارنامے اور تاریخی حالات دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ان مقدس حضرات نے کس قدر اور کیا کچھ اسلامی خدمات انجام دئے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا شرف اور فضیلت ہوگی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اون کی شان میں (علیکم سُنتی وسنة خلفاء الرّاشدین) ارشاد فرماتے ہیں بہر حال اگر مضاف الیہ سے مضاف میں شرف آجاتا ہے تو ماہ ربیع الاول بھی ایک نرالی شان رکھتا ہے کیوں اس لئے کہ خدا کا نور آمنہ کے بطن میں آیا اور حضرت آمنہؓ کے بطن سے نکلکر خدا کی زمین پر چمکا کیسا متبرک وہ مہینہ ہوگا جس میں اللہ کا نور حضرت صلعم میں جلوہ گر ہوکر عالم کے لئے باعث رحمت ہوا۔ کسقدر مقدس وہ دن اور کسدرجہ معظم و محترم وہ دوشنبہ کے شب کی آخری ساعت اور صبح کا خوشگوار وقت ہوگا کہ جس وقت فطرت و قدرت کے فیاض ہاتھوں نے نبوت اور فضل و کرم کے گرانبہا انعامات سے حضرت عبداللہ کے گھر کو مالامال فرمایا۔ ایسا نبی آیا جو کبھی اس سے پہلے نہ آیا تھا۔ ایسا طبیب حاذق اور کامل و مکمل رہبر خدا تعالےٰ نے بھیجا جسکے بعد اب قیامت تک کوئی نبی نہ آئیگا۔ بیشک خدا کے بعد کائنات میں سب سے بالاتر ہستی اگر کوئی ہے تو آنحضرتؐ ہی کی ذات والا شان ہے۔ موسیٰ بھی آئے اور عیسیٰؑ بھی آئے مگر جس جاہ و جلال اور شان و شوکت سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سواری آئی کسی کی نہ آئی"

حضرات! دسویں محرم ہو یا ستائیسویں رجب یا بارہویں ربیع الاول ہو ہر ایک کے اندر مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ کا ایک درس ہے اور بجا طور پر ہر ایک تاریخ

اپنی اپنی جگہ پہ ایک تعلیمگاہ بنی ہوئی ہے سب جانتے ہیں کہ سالِ ہجری کا آغاز محرم سے ہوکر ذی الحجہ پر ختم ہوتا ہے دونوں طرف عجیب وغریب واقعات موجود ہیں اگر شہادت حسینؓ استقلال۔ ثباتِ قدم۔ حمایتِ دین۔ اعلاء کلمۃ الحق۔ ایثار کیلئے آخری اور سچی مثال ہے تو ذی الحجہ کا عشرہ خدا کی محبت میں سرشار اور محو ہو جانیکے واسطے ایک بڑا نمونہ ہے۔ حج کے تمام حرکات اس محبت اور عشق پر مبنی ہیں اور اپنے پیارے مخلص بندے حضرت ابراہیمؑ کے وہ عاشقانہ افعال وحرکات خدا کو کچھ ایسے پسندیدہ معلوم ہوئے کہ آج وہ ہمارے لئے بھی راہِ عمل قرار دیئے گئے۔ بیشک ایک سچا عاشق اپنے محبوب کی محبت اور یاد میں دیوانہ ہوکر پریشان حال بھوکا پیاسا جنگلوں اور گلی کوچوں میں مارا مارا پھرتا ہے اور وہ محبوب کے گھر کا طواف اور چکر لگاتا ہے اوسکے نزدیک ریگستان کا چٹیل میدان اور سبزہ زار چمنستان ایک ہیں۔ وہ اوسکی محبت میں اپنی عزیز ترین جان کا نذرانہ بھی پیش کرکے عشق ومحبت کی آخر منزل میں کامیاب اور آنیوالی دنیا کے واسطے ایک مثال اور ایک یادگار چھوڑتا ہے اگر اول وآخر کے واقعات پر عمیق نظر ڈالی جائے تو گویا زبانِ حال سے یہ سبق ملتا ہے کہ اے ایمان والو! تم اپنی سالانہ زندگی اسطرح گذارو۔ تم اپنے مذہب پر پختہ اور ثابت قدم رہو تم پر خدا کی محبت اسدرجہ غالب ہو کہ۔ تمہارا مال۔ تمہاری جان۔ تمہارا روزہ۔ تمہاری نماز۔ تمہارا اٹھنا بیٹھنا۔ اور تمام حرکات سب کے سب خدائیتعالےٰ کی مرضی کے تحت ہوں اور تمہارا ہر کام دائرہ اسلام کے اندر ہو (قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ) اگر میرا بیان صحیح ہے تو میں کہونگا کہ اے مسلمانو محرم اور ربیع الاول ہمارے لئے نمونہ بہترین نمونہ اور اون کے اندر ہمارے لئے ایک درس ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہم اپنے حالات۔ عقائد واعمال پر غور کریں اور اون کرم حضرات کے کارنامے اپنے سامنے رکھکر سوچیں کہ ہم نے خدائیتعالےٰ کی کتنی عبادت اور کتنی اسلامی خدمات انجام دی ہیں اگر ہمارے دلوں میں ان بزرگوں کی عظمت ومحبت ہے اگر ہم تاجدار مدینہ کو اپنا

سرور اور سالار کے پیروں میں اپنی نجات مضمر سمجھتے ہیں تو پھر کون چیز مانع ہے کہ ہم اپنے اندر وہ اوصاف و خصائل حمیدہ نہ پیدا کریں اور اوس اسوۂ حسنہ کو اپنا راہِ عمل نہ بنائیں۔ نبوت کی بخشش ہو یا ولایت کا درجہ سب اطاعت خداوندی پر موقوف ہے۔ وہ مقدس ہستی جسکے اطمینان کے واسطے دنیا ہی میں پروانۂ مغفرت آگیا تھا وہ رات و رات خدا کی عبادت میں سربسجود رہتی تھی۔ وہ سردار نبوت خدا کی عبادت میں اسقدر مصروف رہتے تھے کہ پیروں پر ورم آگیا۔ کبھی صحت و مرض میں نہ نماز ترک کی نہ جماعت آپ اکثر روزے رہتے تھے۔ آپ ہمیشہ سچ بولے آپ ہمیشہ یتیم بیواؤں اور مساکین کی امداد کرتے تھے۔ خود اپنا اور اپنے ہمسائیوں کا کام کرتے تھے۔ آپ نے حلال روزی اور محنت کرکے اپنی مبارک زندگی بسر کی وہ بھی سادہ اور فقر کے ساتھ۔ خدا کی اطاعت اور اوس کی مرضی آپ کا نصب العین تھا۔ جس طرح آپ نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا اوسیطرح آپ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے بھی بڑی سے بڑی خدمات انجام اور سخت سے سخت تکالیف بخوشی برداشت اور گوارہ فرمائیں۔ ایک مرتبہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپکی تکلیف ہم سے نہیں دیکھی جاتی حضور والا آپ کیوں اسقدر عبادت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس خدا نے مجھے اسقدر انعامات سے نوازا ہے کیا میں اوسکا شکریہ نہ ادا کروں؟ (اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا) پھر آج کیسی ہماری بدقسمتی ہے اور ہمارا ان یادگاروں کے ساتھ کیا معاملہ ہے وہی ہے جس طرح ایک دنیاوی رسم ادا کیجاتی ہے عظمت و محبت اور نجات کا انحصار نہ سینہ زنی اور گریہ و زاری پر ہے اور نہ قیام و قعود اور ظاہری چکا چوندھ پر۔ بلکہ واقعات سے اصلی مقصود اور حقیقی محبت کا مقتضی صرف ایک ہے کہ ہم اوس طرح نمونہ بنیں اور اتباع رسولؐ ہمارا اولین فرض ہو گو بزرگان اسلام کا ذکر بجائے خود باعث خیر و برکت ہے مگر دوزخ کی آگ اور خدا کے غصہ سے بچانیوالا ذریعہ اور صرف ایک ہی ذریعہ اتباع رسولؐ اور اطاعت خداوندی ہے۔ اگر کوئی نبی رسول ہو یا کوئی ولی سب کو اپنے اپنے مراتب اور علیا مراتب پر رکھو

مگر خالق کے صفات ممکن میں اور ممکن کے صفات خالق میں ملا کر خلط مبحث نہ کرو ہاں ہاں ایسے نفوس قدسیہ کے اذکار خیر کرو اور ضرور کرو۔ مگر یاد رکھو جو کچھ کرو سب شرعی حدود کے اندر رہ کر اور افراط و تفریط سے بچ کر۔ اور نہ صرف ذکر ہو اور خالق کے ذکر ہی پر بس کرو۔ بلکہ جو کچھ کہو اور جو کچھ سنو اس پر عمل بھی کر کے سعادت دارین سے مستفیض ہو۔ آج ہم اپنی کس کس حالت کا رونا روئیں صدہا مسلمان ایسے ملیں گے جو کلمہ طیبہ کے نام سے بھی واقف نہیں۔ سینکڑوں مسلمان ایسے ملیں گے جنہوں نے نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ سب کو خیرباد کہہ دیا ہے۔

صدہا مسلمان ایسے پائے جاتے ہیں جو یورپ کی تقلید اور اندھی تقلید میں گرفتار ہیں۔ جھوٹی گواہی کے واسطے۔ ادنیٰ ادنیٰ لالچ پر۔ ہم ہی بدبختوں کے ہاتھوں میں قرآن نظر آتا ہے۔ شراب نوشی۔ حرام کاری کو زندگی۔ اور امارت کے لوازمات میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ جھوٹ بولنا آج اپنا شعار ہے۔ لہو و لعب اور کھیل کود کو داخل حسنات سمجھا جاتا ہے۔ بغض و حسد اور نفسانیت و اختلاف کا دور دورہ اور جنگ و جدال کا بازار گرم ہے۔ افلاس جس قدر بڑھ رہا ہے۔ اور روز بروز حالت رو بہ تنزل ہو رہی ہے۔ وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ سودی قرضہ نے الگ گھر کے گھر تباہ کر رکھے ہیں۔ آج کسی حصۂ زمین پر مسلمان چین و آرام سے نظر نہیں آتے۔ ہر طرف فتنہ و فساد اور قحط و امراض کا ابر محیط ہے۔ نہ ہمارے پاس دنیا ہی باقی رہی اور نہ دین۔ ہر جگہ ہم تباہ اور پس رہے ہیں۔ سب سے زیادہ افسوس اور کس درجہ افسوس ہے کہ آج مسلمانوں کے ہاتھوں وہ کام ہو رہے ہیں جو کسی طرح موزوں نہیں تھے۔

واقعات عالم کے سامنے ہیں سلطنت ٹرکی میں کیا ہو رہا ہے اور مقدس سرزمین حجاز میں کیا ہوا؟ یہ سب کچھ ہوا جو نہ ہونا چاہئے تھا (وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر)۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا ہوں تو غالباً میرا یہ کہنا درست ہوگا کہ آج مقدس اسلام مسلمانوں کے ہاتھوں

تباہ ہو رہا ہے۔
اور اسلام کا وہ درخت جس کو بانیٔ اسلام اور صحابہؓ نے اپنی سعی اور کاوش سے سرسبز و شاداب بنایا تھا۔ اور وہ درخت جس کے خون اور پاک خون کے نہروں سے نشو و نما ہوئی تھی۔ آج وہ ہماری نافرمانیوں کے ناگوار جھونکوں سے مرجھا جارہا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ امم سابقہ ایسی ہی بد اعمالیوں کی بدولت برباد ہوگئی ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ ہماری بداعمالیاں بہت کچھ متجاوز ہوچلی ہیں اور ہم مذہب سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔ آخر کیوں اسقدر نافرمانی پر جرأت ہے اور کیوں منہیات شرعیہ کا ارتکاب کرکے سرورِ عالم کی پاک سنت کو صدمہ پہنچایا جاتا ہے (مَن سلك علی طریقی فھو منی ۔ اور اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِندَ اللہِ اَتْقٰکُمْ کا فیصلہ ہر وقت ہمارے پیش نظر ہونا چاہئے۔ خدا کے خوف سے ڈرو اگر خداتعالےٰ کے غیظ و غضب اور اس کی قہاریت کو حرکت ہوگئی تو اندیشہ ہے کہ ہم برباد نہ ہوجائیں (اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ)۔ مگر قلوب سخت اور سیاہ اور کان بہرے ہوگئے ہیں کہ کسی حق کہنے والی آواز کو سنیں" ایک سرکشی اور نافرمانی کی گھٹا مغرب سے اوٹھی اور کچھ ایسی اوٹھی کہ جسنے ہر طرف دنیا کو ایک نئے رنگ اور عالم کو ایک نئی حالت میں پلٹ دیا (فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار)۔
کیا ان حالات کے بعد بھی ہم خداتعالیٰ کے سچے بندے اور رسول ؐ کے سچے غلام کہے جانیکے مستحق ہیں؟ نہیں اور کسی طرح نہیں۔
ہر آنیوالے اور سانس لینے والے کو موت آئیگی اور ضرور آئیگی (کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْت) پھر کیوں اس مستعار زندگی پر ناز اور غرور ہے کسی کمال اور کسی شئی کو بقا نہیں۔ عروج کے بعد زوال۔ کمال کے بعد فنا ساتھ ساتھ ہے تو پھر مسرت اور حزن و ملال سب یکساں ہیں آنکھے ساتھ موت کا خیال پیش نظر رہے۔ اور ایک مسافر جس طرح مسافرانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ ہم بھی اُس سے زیادہ دنیا میں اگر حصہ نہ لیں نہ خدا کو بھولیں اور نہ اتباع رسول ؐ کو چھوڑیں۔

دیکھو دیکھو موت کا فرشتہ سر پر کھڑا ۔ اور آخرت کا دشوار گذار راستہ ہمارے سامنے ہے اور قبر کی کٹھن منزل آنیوالی ہے۔ پھر نہ معلوم ہم کیوں استقدر اندھے اور غافل ہیں۔ کونسا وقت اور کونسی ساعت آئیگی کہ ہم خواب غفلت سے بیدار ہونگے۔

اگر غیرت ملی کی کچھ حرارت۔ اگر حمیت اسلام کی کچھ رمق۔ اگر جذبات ایمانی کے کچھ ولولے باقی ہیں تو وقت آگیا ہے کہ ہم سچی توبہ کرکے اوٹھیں۔ اور اونہکر اسلام کے مرجھائے ہوئے درخت کو پانی دیں۔ سمندر۔ دجلہ۔ فرات کا نہیں بلکہ ایمان اور سچے ایمان۔ خلوص اور سچے خلوص۔ اطاعت خداوندی اور اتباع رسول کے پاک اور مقدس حوض کوثر سے اسلام کی نشو ونما کرکے اپنی غلامیت کا ثبوت دیں۔ اور اپنے بگڑے ہوئے تاجدار مدینہ کو خوش۔ اور اپنے رُوٹھے ہوئے خدا کو راضی کریں۔

خدایا مسلمانوں کی کشتی گرداب میں پھنس رہی ہے اگر تیری رحمت امداد نہ کریگی تو پھر ہمارا ٹھکانا کہاں ہوگا۔

اے رسول عربی امت کی کشتی بھنور میں آگئی ہے اگرچہ ہم روسیاہ ہیں۔ نہ دعا کے قابل اور نہ سفارش کے لائق۔ مگر آپ کی دعا اور سفارش اگر نہ ہوگی تو پھر ہماری مغفرت کیونکر ہوگی۔

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے ❊ امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہماری نہیں کوئی ❊ ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

خدایا۔ بطفیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم گنہگاروں پر فضل و کرم کی بارش فرما۔ اور صراط مستقیم کی ہدایت اور اس پر ثابت قدم رکھ کر ایمان پر خاتمہ بخیر فرما۔ آمین!

خدایا۔ میں نے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو محض اس وجہ سے لکھا ہے کہ تو شرف قبولیت سے نوازے گر اگر مسلمانوں کی ہدایت کے لائق نہ ہو (اور یقیناً

نہیں ہیں) تو کم از کم میرے لئے ان کو ذریعۂ نجات بنادے۔ اٰمین یا ربّ العٰلمین
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی
خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ فقط

سلطان ناصر الدین اور اُس کی بیگم

(نامی کوہ سوار صاحب کے قلم سے)

ناصر الدین تھا جب تخت نشیں دہلی پر
جسکے اکرام وفضیلت کا تھا گھر گھر چرچا

عابد و متقی و حاذق و حاجی و شجیع
علم و فضل میں تھا شاہ فرید و یکتا

مال و دولت سے خزانے تھے سراسر معمور
شانِ اقبال نہ پوچھو۔ تھا ہما کا سایا

اوس کے دربار کی وہ شان کہ اللہ غنی
رُعب ایسا کہ ہو شیروں کا کلیجہ ٹھنڈا

مرحبا۔ ایسے تجمّل پہ بھی وہ تھا صوفی۔
بے تکلف محل (خاص) بہت سادہ تھا

اور شاہوں کی طرح وہ نہیں رکھتا تھا حرم
بیگموں اور کنیزوں کا نہ تھا کوئی جتھا

ایک بیگم تھی بہت نیک و عفیفہ گھر میں
خانگی کام کیا کرتی تھی خود صبح و مسا

چکھی۔ چولہے کی خبر آپ لیا کرتی تھی۔ دے کے جاروب کو لیتی تھی وہ خود فرش بچھا

اپنے ہاتھوں سے پکاتی تھی طعام شب و روز
خدمت شاہ میں مصروف تھی لونڈی سے سوا

ایک دن شاہ سے یوں عرض کیا بی بی نے چاہیے اب کوئی لونڈی پئے مطبخ شاہا
روٹیاں میرے پکانے سے جھلتے ہیں ہاتھ ہو کنیزک تو نہیں مجھ کو شکایت نہ گلا

یوں متانت سے دیا شاہ نے بیگم کو جواب یہ خزانہ کوئی ذاتی تو نہیں ہے میرا
جتنی دولت ہے خزانہ میں رعایا کی ہے میرے حق کا تو کوئی اسمیں ہے پیسہ نہ ٹکا
کیسے لونڈی میں خریدوں (لکھو) مطبخ کیلئے جبکہ چلتا ہے میرا خرچ کتابت پہ سدا
روز قرآن کو لکھتا ہوں بڑی محنت سے جس کے ہدیہ سے گذرتی ہے ہماری دنیا
اس میں ہم دونوں تو کھاتے ہیں (بہت سختی میں) زندگی چین سے کٹتی ہے یہی شکر خدا
صبر کر اے میری بیگم تو مشقت سہہ لے رنج و محنت سے نہ گھبرا میری جان اصلا

آخرت میں ہے خدا سے مجھے امید قوی
تمکو اس کا اجر خیر (وہاں پر) دے گا

شاہ نے عمر گذاری تو فقیرانہ ہی + زندگی ساری کٹی ذکر خدا میں تنہا۔
زہد و تقویٰ تھا شغف تھا تو عبادت ہی کے کام وقت بیکار کبھی آپ سے کھویا نہ گیا
ایک حبہ نہ لیا اپنے مصارف کے لیے شاہ نے شاہی خزانہ سے کسی دن ماشا
صرف قرآن سے ہوتی تھی کتابت پہ بسر پھر کوئی اور نہ تھی آمدنی اس کے سوا

ایک صاحب تھے کوئی ابن امیر ذیجاہ شاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن دیکھا
دام معمول سے وہ چند دئے صاحب نے طبع شاہ کو یہ بار گوارا نہ ہوا + +

اپنے معمول کے لئے دام دیئے باقی پھیر۔ | اللہ اللہ رے کس درجہ بڑھا تھا تقویٰ
پھر تو اُس روز سے مخفیہ لگے ہدیہ کرنے ❊
یہی معمول رہا تا دمِ آخر اون کا

مدعی ہم بھی تو ہیں آج کہ مسلم ہم ہیں | دل میں کچھ خوفِ خدا ہے نہ نبی کا کھٹکا
حرص و آز کے بندے ہیں پھنسے دنیا میں | کبھی بھولے سے بھی ہوتی نہیں یادِ عقبیٰ
اب تو راحت سے گذرتی ہے زمانہ میں بہت | کس کو معلوم ہے یہ آج سے کل کیا ہوگا
عمرِ دو روزہ کسی طرح گذر جائیگی ❊
ولسوزنامی تو کبھی ذکرِ خدا کو نہ بھلا

گذارش

ناظرین ارشاد کی خدمت میں یہ گذارش بیجا نہ ہوگی کہ اپنے ارشاد کی اشاعت بڑھائیں ایک مذہبی رسالہ جو چھچھورے واہیات مضامین سے نہیں عورتوں کے تخیلات کی تصاویر سے نہیں۔ بلکہ کلام الٰہی۔ حدیثِ نبوی۔ فقہ اعظم اسلامی اخلاقی مضامین سے آپکی خدمت کرنیوالا کیا اسکا مستحق نہیں ہے کہ آپ اپنے حلقۂ احباب میں اسکی اشاعت بڑھاکر الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق بنیں۔ آپکا ارشاد بسا اوقات اپنے مقررہ حجم سے زیادہ حجم پر چھپ کر آپکی مذہبی خدمت کرتا رہتا ہے آخر اس نقصان کی تلافی ہو تو کس طرح کیا اس بات پر غور نہیں فرماتے کہ اسکی قیمت ہی کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ اس طرف توجہ فرمائیں تو آپکو معلوم ہوگا کہ آپ صرف کاغذ کی قیمت پر اس رسالہ کو حاصل فرما رہے ہیں گذارش کرنا ہمارا کام ہے اور قبولیت آپ کے ہاتھ ہے۔

آپکا مخلص
مہتمم ارشاد

تصحیح کتابت فرما لیجیے گذشتہ نمبر کے دوسرے صفحہ میں پہلے جانشین کی مدت خلافت میں بجائے ۲ برس ۳ ماہ کے کتابت کی غلطی سے (چودہ) سال لکھا گیا ہے اسلئے چودہ کو جو دو بنا لیجیے فقط
مہتمم

۱۔ رسالہ ہر ماہ بلالی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

۲۔ سالانہ قیمت (عہ) اور غیر مستطیعوں سے (عاہر) مع محصول ڈاک مقرر ہے۔ نمونہ کا پرچہ ۲ کے ٹکٹ آنے پر بھیجا جائیگا۔

۳۔ جو حضرات چار خریدار دیتے ہیں اُن کے نام رسالہ سال بھر تک مفت جاری رہتا ہے۔

۴۔ خریدار صاحبان خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور درج فرمایا کریں ورنہ عدم ادائی جواب یا عدم تعمیل کی شکایت نہ کریں۔

۵۔ ارشاد میں تفسیر و حدیث و فقہ کے علاوہ اخلاقی۔ تاریخی۔ اصلاحی مضامین نظم و نثر شائع ہوتے رہینگے۔

۶۔ سیاسی مضامین شائع نہ ہونگے۔

۷۔ مضامین مہربانی کرکے خوشخط و تہذیب کے ساتھ صاف صاف لکھے ہوئے ہوں۔

۸۔ جو مستقل مضمون نگار صاحبان ہمیں امداد قابلِ اشاعت مضامین بھیجتے رہتے ہیں اُن کے نام رسالہ مفت جاری رہیگا۔

۹۔ جو مضامین درج نہ ہوں گے وہ واپس نہ کئے جائینگے۔

۱۰۔ مضامین میں مناسب تبدل و تغیر کا مدیر کو حق حاصل رہیگا۔

۱۱۔ اگر وقت پر رسالہ نہ پہنچے تو دو ہفتے کے اندر اطلاع دینے پر دوسرا رسالہ بھیجدیا جائیگا۔

۱۲۔ جملہ خط و کتابت و ترسیل رقم بنام مہتمم رسالہ ہذا ہونی چاہئے۔

نرخ اشتہارات۔ ایک صفحہ کیلئے سالانہ (صہ) ½ صفحہ کیلئے سالانہ (ہے) ¼ صفحہ کیلئے سالانہ (ہے)
" " ششماہی (ہے) " " ششماہی (ہے) " " ششماہی (ہے)
" " سہ ماہی (ہے) " " سہ ماہی (ہے) " " سہ ماہی (ہے)

(۱) ¼ صفحہ سے کم کا اشتہار نہ لیا جائیگا۔ (۲) تین ماہ سے کم کیلئے نہ لیا جائیگا۔ (۳) جملہ رقم پیشگی بذریعہ منی آرڈر جب تک وصول نہو جائیگی اشتہار چھپنا شروع نہ ہوگا۔ (۴) غیر مہذب یا مرتقویت باہ سے متعلق اشتہار شائع نہ ہونگے۔ (۵) جو چربے نہ لئے جائینگے (۶) موجودہ نرخ میں کوئی کمی یا رعایت کی گنجایش نہیں ہے (۷) مشتہرین کو رسالہ مفت دینا کوئی ضروری نہیں (۸) طبع اشتہار کیلئے کسی خاص جگہ کی فرمایش کیجائیگی تو اسکا معاوضہ علیحدہ ہوگا۔ احمد عبد العزیز صدیقی مہتمم رسالہ ارشاد حیدرآباد دکن